

جو اہر اقبال

علامہ اقبال کے لازوال کلام کا منتخب مجموعہ

سید مشتاق حسین شاہ بخاری

پیش لفظ

کلامِ اقبال سے شوق اور رغبت بر صیر کے ہر مسلمان اور خصوصاً ہر پڑھنے کے پاکستانی مسلمان کی نظرت کا تقاضا ہے اور وہ اپنے شوق کے علاوہ وہ دینِ اسلام سے محبت اور حبِ الوضی کا تقاضاً نکھلتے ہوئے بھی اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ اقبال کی تحقیقت اور آن کے کلام سے ہمارا تعلق کمی چھتوں سے ہے۔

تصور پاکستان کے خالق:

علامہ اقبال بر صیر میں ملکتِ خداداد پاکستان کے تصور کے خالق تھے۔ بر صیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے تصور کو نہ صرف انہوں نے اپنی شاعری میں اچاگر کیا بلکہ انہوں نے خود ذاتی طور پر تحریک پاکستان (مسلم لیگ) کا حصہ بن گرائے کے لیے عملی اجدا و جہد کی اور اپنے دور میں مسلمانان بر صیر کی طرف سے دینِ اسلام کے تحفظ و ناموس کے لیے اٹھتے والی ہر تحریک میں راہنمایات کرو دار ادا کیا۔

امتِ مسلمہ اہلیتِ اسلامیہ کی پہچان:

علامہ اقبال نے پوری ملتِ اسلامیہ کے ماضی کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کر کے اُسے حال کی امتِ مسلمہ سے جوڑنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی کا آئینہ دکھا کر آن کے احساسِ متبری اور احساسِ غروری کو ختم کر کے آن کے اندر ایک نیا جوش اور ولہ پیدا کیا۔ جس کا منتہا یہ مقصود یہ تھا کہ ہمیں صدقی اور اس کے بعد گی مسلمان امت بھی تحد ہو کرنے والے کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے اور دوبارہ سے دنیا کی قیادت سنjal سکے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تھوڑے سے کام دنیا کی امامت کا

عشق رسول ﷺ:

علامہ اقبال کا شمار پا شہد دینِ حق کے ایک ایسے سلیغ اور رادیٰ کے طور پر ہوتا ہے جس نے غیر برآ خزانِ ملکت کی سُفت اور کتاب بہدیٰ (قرآن) کی ہدایت کو اپنی شاعری کا مرکز و مخود بنایا۔ عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ اور اس کا اظہار

جنہی شدت سے اقبال کے کلام میں موجود ہے۔ وہ شاہد ہی اس دور کے کسی اور علمی وادیٰ شہ پارے میں موجود ہو۔ اسی طرح اطاعت رسول ﷺ اور اسراء حسنۃ ﷺ کی ہیر دی کی تلقین جس تو اتر سے اقبال کے کلام میں موجود ہے۔ اس کی مثل شاید ہی جدید دور کے کسی مصلح کے ہاں پائی جاتی ہو۔

اقبال صحیح ہیں کہ ایک مسلمان کا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ذہن و قلب کے اندر عشق رسول ﷺ، اطاعت رسول ﷺ اور ہیر دی رسول ﷺ کا جذب بدرجہ آخر موجود ہو۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں امام محمد ﷺ سے آجالا کر دے علامہ اقبال مانتے تھے کہ اس صحیحے گزرے دور میں بھی مسلم نمہ کے اندر ایمان کی کوئی رمق اگر باقی ہے تو وہ محمد عرب ﷺ کے عشق اور محبت کی وجہ سے ہے اسی لیے ضرب کلیم میں اپنیں کی زبان سے اس کے ہیر دکاروں کو یہ ہدایت جاری ہوتی ہیں کہ تم اُس وقت تک دنیا سے مسلمانوں اور اسلام کی بیخ ٹھنی نہیں کر سکتے جب تک کہ ان کے دل سے محمد ﷺ کی محبت کو نہیں ہو جاتی۔

وہ قادر کش کر موت سے ڈرتا نہیں ذرا	روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
لگرِ عرب کو دے کے فرجی تخلیات	اسلام کو جزا و نکن سے نکال دو
قرآن اور قرآنی علوم کی ترویج:	
علام اقبال نے آخری کتاب ہدایت یعنی قرآن حکیم کا مطالعہ خود بھی پوری	
زندگی جامی رکھا اور دوسروں کو بھی اس سے ہدایت لینے کی تلقین کی۔ ضرب کلیم میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ	
قرآن میں ہو فحوط زن اے مسلمان اللہ کمرے تجھے کو عطا چدتی کردار	
اپنے زمانے کے مسلمانوں کے قرآن کے بارے میں سوچ اور نادیل تفسیر پر گلہ مند ہیں کہ	
ای قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم جس نے مومن کو بنایا مدد و پرداز کا امیر	
تن بد تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز تھی نہایا جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر	
کہ غلائی میں بدل جاتا ہے تو سوں کا ضییر تھا جو نا خوب بت دریج وہی خوب ہوا	

خودگی: اقبال سے پہلے خودی کا لفظ خود پرستی، خود مختاری، خود پسندگی، خود غرضی، غرور اور سمجھ کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے مگر اقبال کے ہاں خودی کا تصور پہلی مرتبہ ایک منے انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ خودی کی ایک حرمت انگیز خصوصیت خود آگئی ہے۔ انسان کی ساری تجسس و ذہن اور جدوجہد اسی خاصیت کی وجہ سے ہے۔ انسان کو اپنی خودی کے علم کی وجہ سے دوسرا سے علوم کا اکٹھاف ہوتا ہے اور وہ اپنے خیال کے ذریعے سے اپنی اور مستقبل کی انتہاؤں تک اور کائنات کے دور دراز گوشوں تک، جہاں روشنی بھی کروڑوں برس میں پہنچتی ہے، آنے واحد میں چاہنچتا ہے۔

لفظ خودی کے عصری استعمال کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس پر اعتراض بھی اٹھائے ہیں لیکن خود علامہ نے اسرار خودی کے دیباچے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لفظ اس لفظ میں بمعنی مفرود استعمال نہیں کیا گیا جیسا کہ عام طور پر اور دو میں مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم بعض احساس فیض یا عقین ذات ہے۔

ایک ووسرے موقع پر فرماتے ہیں "اخلاقی تقطیع نظر سے خودی (جیسا کہ اسے میں نے استعمال کیا ہے) کا مطلب ہے خود اعتمادی، خود داری، اپنی ذات پر بھروسہ، حلہ قبیل ذات بلکہ اپنے آپ کو غائب کرنے کو کوشش، جیسا کہ ایسا کرنا زندگی کے مقاصد کے لیے اور صفات، انصاف اور فرض کے تقاضوں کو پورا کرنے کی قوت کے لیے ضروری ہو۔ اس قسم کا کردار میرے خیال میں اخلاقی ہے کیونکہ وہ خود کو پہنچنے کو میں مدد دیتا ہے اور اس طرح تحلیل اور انتشار کی قوتوں کے خلاف خود کو بخت کرو دیتا ہے۔

خودگی کے بارے میں اقبال کے چند اشعار

خودی وہ بھر ہے جس کا کوئی کیا رانہیں تو آئندو اُسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں	خودی میں ڈوبتے ہیں، پھر ابھر بھی آتے ہیں مگر یہ حوصلہ مردی پتھ کارہ نہیں (بال جریل)
یہ بیام دے گئی ہے مجھے ہار میگناہی کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پار شاہی	تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے جو رہی خودی تو شاید، نہ رہی تو نہ سیاہی تو رازگن نکال ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا

ہوں نے کر دیا ہے بکھرے بکھرے تو ہے انساں کو
خودی میں ڈوب جانا قل پس سر زندگانی ہے
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
نظر آئیں مجھے تقدیر کی گھرا یاں اس میں
خودی کا سر نباں ۰۱۰۰ ۰۱۰۰ ۰۱۰۰
یہ دور اپنے برائیم کی تلاش ہے
اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
تاجیر جہاں مدد و پرویں تیرے آگے
تیری ذعا سے فنا تو بدلتیں سکتی
تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں یہ چار بُدلت جائے
تیری ذعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری صبری وَعْدا ہے تیری آرزو بدلت جائے (ضربِ کلیم)
کلامِ اقبال سے میا شعاعِ "الشیخ تسویہ از خوارے" اور یہ گئے ہیں۔ خودی کے تصورات سے علامہ اقبال کا کلام بھرا پڑا ہے۔

شاہین کا تصور اور جوانانِ ملت کو پیغام:

اقبال نے پوری دُنیا خصوصاً آمتِ مسلمہ کو آزادی، جدوجہد اور انقلاب کا پیغام دیا انہوں نے اپنے مخاطب کو، صرہ مومن، فرزندِ کہتاں، بندہ، محراجی اور رئی نسل کے نام سے یاد کیا ہے۔ لیکن انہیں بھی اپنی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز و مکون اس قوم کا جوان بھی تھا۔ علامہ اقبال نے اس نوجوان کو شاہین کا علمتی نام دیا کیوں اس کے مثالی تو جوان میں اقبال جس قسم کے اوصاف و یکختی کے آرزومند ہیں وہ اُنہیں شاہین میں تھرا آتے ہیں اس لیے انہوں نے اپنے کلام میں جگہ جگہ شاہین، باقر، تجرہ، ہازر اور عقاب کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے ٹو	فردغ دیدہ الکاک ہے ٹو
تیرے صید نؤں افڑت و خور	کے شاہین حصہ لو لاک ۲۷۸
پھر ان شاہین بکھل کو بال و پردے	جوانوں کو مری آہ بحر دے

خدا یا آمزوں میری بھی ہے
پر دارے دنوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور
شاہین کبھی پر دارے سے تحکم کرنے نہیں گرتا
نہ دم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ آفتاب

اقبال نے اپنی نظموں میں اپنے بیٹے جاوید کو مخاطب کر کے نوجوانان ملت کو ہی پیغامات دیئے ہیں۔

آپ نے مسلمانان ہند کی سیاسی جدوجہد کی گامیابی کے لیے بھی نوجوانوں کو ہی اپنی امیدوں کا مرکز تصور رکھا۔

صوبہ دہلی مسلم کانفرنس کے اجلاس 9 ستمبر 1931ء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ”من رسیدہ نسل نے نوجوانوں کو اپنی جائشی کے لیے تیار رہنے کا کام، جیسا چاہیے تھا، ہرگز نہیں کیا تھا امیر ان نوجوانوں کو مشورہ ہے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور اسلامہ کی نظر کسی اور اگر ان کو زندہ رہتا ہے تو ان قربانیوں کے لیے تیار رہیں جو ہمیشہ سے زیادہ آن کو آسمانہ دیتی ہوں گی۔“

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اقبال کا مخاطب صرف ان کے اپنے عہد کا نوجوان ہی نہیں تھا بلکہ ان کا خطاب ہر دور اور ہر نسل کا نوجوان تھا۔

اقبال کی انقلابی شاعری

اقبال کے کلام میں درج بالا تصورات و نظریات کے علاوہ نظر، عمل و مشق، عشق و عشق رسول، بندہ مومن، قلق و تاریخ، مختلف عصری نظریات و شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔ اقبال جب مغربی تہذیب و سیاست کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی چند حقیقی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کی خامیوں، ناکامیوں اور جنگ و دستوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مغرب کی بے دین سیاست اور بے لگام محیثت نے ایشیاء اور افریقا کی گمراہ را قوم کا جس طرح استحصال کیا اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غریب کسان، دہقان اور مزدور کی کسی پریسی اور لاچارگی کو بھی بڑی شدت سے اجاگر کیا۔

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ذوبہے گا سرمایہ پرستی کا سخنہ دنیا ہے جوئی خنثیر روزِ علما قات
انھوں بری دنیا کے غریبوں کو جگا دو کافی امراء کے دروں دیوار پلا دو

سلطانی جہود کا آتا ہے زمانہ جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جسِ محیت سے دہقانِ گویں سر نہ ہو روزی اُسِ محیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو
اور پھر مغرب کے سفاک سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں ابھرتے ہوئے اشتراکی نظام کی گاہے بگاہے تعریف
کرتے ہوئے اس نظام کے فلاسفہ کارل مارکس کو "نیست چیز برداشکن دار دستاب" چیز الفاظ سے بھی یاد کر لیتے ہیں
مگر یہ ناطہ بھی کبھی نہیں رہتی چاہیے کہ اقبال خود کبھی اشتراکی نظام کے حادی رہے ہوں بلکہ انہوں نے اپنی نظمِ ابلیس کی
حکیمی شوری میں اُسی کی زبانی دنیا کو پیغام دیا کہ

مژدِ کیت فته فردا شکنِ اسلام ہے

یعنی مغرب کے ظالمانہ نظام کو اگر کوئی چینچ کر سکتا ہے تو وہ اشتراکی نظام نہیں بلکہ فقط اسلام ہے۔

تصنیفاتِ اقبال:

علامہ اقبال کی تصنیفات نثر اور نظمِ دنوں میں ہیں مگر چونکہ ان کی وجہ شہرت شاعری ہی ہے لہذا ہم یہاں ان کی
شاعری پہنچی کتب اور مجموعہ ہائے کلام کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

اسرارِ خودی:

یہ مثنوی فارسی زبان میں ہے جو علامہ اقبال نے اپنے والد کی فرمائش پر لکھی اور 1915ء میں شائع ہوئی اس مثنوی
میں اقلامون اور حافظہ شیرازی کی شاعری پر تقدیم کی گئی تھی۔ 1920ء میں پروفیسر نلسن نے انگریزی زبان میں اس
کا ترجمہ شائع کیا تو علامہ کی شہرت دوڑ دوڑ کی پھیل گئی۔

رموزِ بے خودگی:

یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور "اسرارِ خودگی" کے دوسرے حصے کے طور پر لکھی گئی ہے۔ 1940ء میں ان دنوں کو سمجھا
کر کے "اسرارِ در موز" کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ پروفیسر آر پری اور عربی ترجمہ ایک سکار
عبدالوہاب نے کیا۔ جو 1955ء میں قاهرہ سے شائع ہوا۔ 1950ء میں ترکی زبان میں دوں مثنویوں کا ترجمہ

چھپا۔ جس سال میں اسرا رخودی کا ترجمہ "ترجمان اسرار" کے نام سے کیا۔

پیام مشرق:

یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اور 1922ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب جو من شاعر اور فلسفی گوئے کی کتاب "سلام مغرب" کے جواب میں لکھی گئی جس میں وہ معارف بیان کئے گئے جن کا اعلق افراد اور قوام کی باطنی تربیت سے تھا۔ یورپ کی تہذیب و سیاست، قوموں کے عروج و زوال کی داستان کے ساتھ تحریر کائنات، افکار ادبیں اور قیامت کے تھے کو فلسفیانہ انداز میں بیان کیا گیا۔ 1956ء میں اس کتاب کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ہوا۔

بانگ درا:

یہ کتاب علامہ اقبال کی اردو شاعری کا ابتدائی مجموعہ ہے جو 1924ء میں شائع ہوتی۔ بانگ درا علامہ اقبال کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ مقبول اور سب سے زیادہ فروخت ہونے والا مجموعہ کلام ہے۔

بال جبریل:

یہ مجموعہ بھی اردو شاعری پرمنی ہے اور 1935ء میں شائع ہوا اس مجموعہ کلام میں علامہ اقبال کی شاعرانہ فکر اور فلسفہ عروج پر نظر آتے ہیں۔

جاوید نامہ:

یہ مجموعہ کلام بھی فارسی میں ہے اور اٹلی کے مشہور فلسفی شاعر ذا نخ کی تصنیف "ذیوان کامیڈی" کے جواب میں لکھ کر 1932ء میں شائع کی گئی۔ اس کتاب میں شاعر جبلی کے پر لگا کر افلاک کی سیر کرتے ہیں اور یہاں مختلف مسلم اور غیر مسلم شاہیر سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں "خطاب بد جاوید" (نخنے بد شراؤتو) شامل ہے جس میں نوجوانوں کے لیے خصوصی پیغامات ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو میں ترجمہ اکثر اینی۔ میری۔ شمل نے 1958ء میں انقرہ سے شائع کیا۔

زیور عجم:

یہ کتاب سب سے پہلے 1927ء میں شائع ہوئی۔ فارسی زبان میں غزلیں ہیں جن میں عشق و عاشقی، جام و سیند اور لب و رخسار کو بالکل نئے معنی اور پھر ائے میں استعمال کیا گیا ہے۔ عشق سے مراد اب خدا اور انسان کے تعلق تک رہ گیا اور عشق میں ما بیعی اور قبولیت کے جذبات و جائیت اور انگل میں بدل گئے۔ اس مجموعے میں تربیت و تجدید کا دوسرا ”حصہ گلشن رازِ چدید“ کے نام سے شامل ہے جس میں آزادی اور نلایگی کا موازنہ پیش کیا گیا۔

مثنوی مسافر:

یہ 1934ء میں شائع ہوئی جس میں افغانستان کے دورے کے تاثرات قلمبند کئے گئے ہیں۔ افغانستان کے اس دورے کے دوران میں سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود بھی علامہ اقبال کے همسر تھے۔

ضربِ کلیم:

یہ کتاب بال جبریل کی اشاعت کے ایک سال بعد 1936ء میں شائع ہوئی یہ تصنیف علامہ اقبال کی کتب پاٹک درا اور بال جبریل کی شاعری کا ارتقا لی زینہ سمجھا جاتی ہے۔ اس کتاب میں اقبال کا فلسفہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ خواجہ عبد الحمید عرفان نے اس کتاب کا فارسی ترجمہ 1957ء میں کیا۔

پس چہ باید کر داۓ اقوامِ شرق:

یہ بھی فارسی زبان کی مثنوی ہے اور 1936ء میں شائع ہوئی۔ یہ کلم علامہ اقبال اور سر سید گی خواب میں ہونے والی ملاقات کے نتیجے میں لکھی گئی۔

ارمعاقاںِ جیاز:

اس کتاب کا کچھ حصہ اردو میں ہے اور کچھ فارسی میں۔ اور یہ علامہ کی وفات کے بعد 1938ء میں شائع ہوتی۔ اس کتاب میں علامہ کے خیالات کا نچوڑ موجود ہے۔ کتاب میں حج مبارک کی شدید خواہش کے چذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔

ترتیب کتب

<u>صفحہ نمبر</u>	<u>فهرست</u>	<u>نمبر شمار</u>
1-66	بانگ درا	(1)
67-116	پال جریل	(2)
117-164	ضربِ کلیم	(3)
165-178	ارمنیانِ چیاز	(4)

بانگ درا

ہالہ

کوڑتیں کی موجود کو شرماتی ہوتی
اے نا فر دل سمجھتا ہے تری آواز کو
وہن دل کھپٹت ہے آبشاروں کی سدا
وہ ورختوں پر نظر کا ساں چھایا ہوا
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر
مکن آپائے انسان جب بنا دامن ترا
واغ جس پر غازہ رنگِ تکف کا نہ تھا
دوزِ پیچھے کی طرف اے گروپِ ایام تو

آتی ہے ندی فراز کوہ سے گاتی ہوتی
چھیرتی جا اس عراقی دل نشیں کے ساز کو
المی شب کھوئی ہے آکے جب لف رسا
وہ تمثیلِ شام کی جس پر تکم ہو فدا
کا عہتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفقِ نہسار پر
اے ہال! داستان اُس وقت کی کوئی نہ
کچھ بتا اُس سیدھی سادگی زندگی کا ما جرا
ہاں دکھادے اے تصور پھر وہ صبحِ دشام تو



آنکھِ وقفِ دیجی، بِ مائلِ مختار تھا دل نہ تھا سیرا، سرا پا ذوقِ استخار تھا



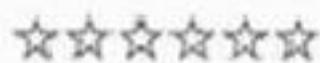
مرزا غالب

ہے پور مرغِ تختیل کی رسائی تا نجما
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پہاں بھی رہا
گلشن ویں میں تیرا ہم تو خوابیدہ ہے
شع یہ سودائی دلسرزی پر واثہ ہے

لیکر انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
تحا سرا پا روح ٹو، بزمِ سخن پیکر ترا
آہ! تو اجزی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
گیسوئے اردو! بھی سنت پندرہ شانہ ہے

اپنے کو جسار

اپنے کھسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
بھی صراحت کبھی گزار ہے مکن میرا
شہر و دیرانہ مرا، بھر مرا، بن میرا
بجزہ کوہ ہے محل کا پچھوتا مجھ کو
ناقد شلبہ رحمت کا خدمی خواں ہوتا
رونقی بزم جوانان گستان ہوتا
شانہ موجود صحر سے سورجاتا ہوں
کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں
زادہ بھر ہوں پڑو دھ خورشید ہوں میں
اور پرندوں کو کیا بخوبی ترمیم میں نے
نچپہ گل کو دیا ذوق قیسم میں نے
جھونپڑے دامن کھسار میں دھقانوں کے
ہے بلندی سے نلک بوس شمن میرا
کبھی صراحت کبھی گزار ہے مکن میرا
گئی وادی میں جو منظور ہو سو نا مجھ کو
مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے ذرا فشاں ہوتا
شم زدائے دل افسرہ دھقان ہوتا
بن کے گیو ریخ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
ذود سے دیڈہ امید کو ترساتا ہوں
سیر کرتا ہوا جس دم لپ ہو آتا ہوں
بجزہ مزدیع تو خیز کی امید ہوں میں
چشمہ کوہ کو دی شورش قلزم میں نے
سر پہنڑے کے کھڑے ہو کے کھاٹم میں نے
نیض سے میرے نونے ہیں شبستانوں کے



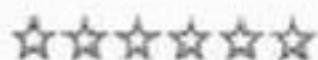
ایک پہاڑ اور گلہری

تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ذوب مرے
کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
یہ عتل اور یہ سمجھ، یہ شور، گیا کہنا!
خدا کی شان ہے تاچیز چیز بن بیٹھیں
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
قرایی چیز ہے اس پر غرور گیا کہتا
خدا کی شان ہے تاچیز چیز بن بیٹھیں
تری یساط ہے کیا میری شان کے آگے

بھلا پھاڑ کہاں ، جاتور غریب کہاں!
یے کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا
نہیں ہے تو بھی تو آخری طرح چھوٹا
کوئی بڑا کوئی چھوٹا ، یہ اُس کی حکمت ہے
مجھے درخت پر چڑھنا سکھا دیا اُس نے
مری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھے میں
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھے کو
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

جو بات مجھے میں ہے تجھے کو وہ ہے نصیب کہاں
کہا یہ مُن کے گلہری تے، منہ سنپھال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پرودا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
بڑا جہاں میں تجھے کو ہنا دیا اُس نے
قدم آٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھے میں
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا بُڑ رکھا مجھے کو
نہیں ہے چیزِ نکلی کوئی زمانے میں



پچھے کی دُعا (ماخوذ)

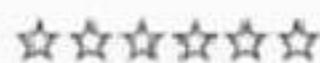
زندگی شمع کی صورت ہو خدا یا میری
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجلا ہو جائے
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
علم کی شمع سے ہو بھگ کو محبت یا رب
دودھندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا
نیک جو راہ ہو، اُس راہ پر چلانا بھگ کو

لب پہ آتی ہے دُعا ہن کے تنا میری
ڈور دنیا کا ہرے ڈم سے اندر ہمراہ ہو جائے
ہو مرے ڈم سے یونہی میرے دلن کی زینت
زندگی ہو بری پروا نے کی صورت یا رب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرتا
مرے اللہ! تُرائی سے بچانا بھگ کو



حمد و دی

شہنی پہ کسی شجر کی تھا کوئی آداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی اٹھنے لگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں نکل چکا گیا اندر میرا
سُن کر بُلیل کی آہ و زاری جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدود کو جان د دل سے کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سما
کیا غم ہے کہ رات ہے اندر میری میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشغل چکا کے بھے دیا بتایا
ہیں لوگ دی جہاں میں اجھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے



مال کا خواب

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب بڑھا اور جس سے مرا اضطراب
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں اندھرا ہے اور راہ ملتی نہیں
لرزتا تھا ذر سے مرا پال پال قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال
جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی
زمرد سی پوشک پہنے ہوئے دیے سب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے
وہ چپ چاپ تھے آگے چکھے روائی خدا جانے جانا تھا اُن کو گہاں
اسی سوچ میں تھی کہ میرا پھر مجھے اُس جماعت میں آیا نظر
وہ چکھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا دیا اُس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا
کہا۔ میں نے پہچان کر، میری جاں !
جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار پروتی ہوں ہر روز انگوں کے ہار
تھے پروارا ہماری ذرا تم نے کی کے چھوڑ کر آگئے تم نے کی !
جو بچے نے دیکھا مرا یقین و تاب دیا اُس نے من پھیر کر یوں جواب
رُلائی ہے تجھے کو جدائی مری شہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری
یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک پُچ رہا دیا پھر دیکھا کر یہ کہنے لگا
مجھستی ہے تو ہو گیا کیا اے ?
ترے آنسوؤں نے بھایا اے ।

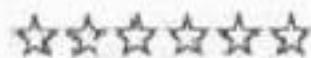
پرندے کی فریاد

وہ بائی کی بہاریں، وہ سب کا چھپھاتا
آٹا ہے یاد مجھ کو گزرا ہو ا زمانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونٹے کی
آپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے چاتا
لگتی ہے چوت دل پر آتا ہے یاد جس دم
شینم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مُسکراتا
وہ پیاری پیاری صورت، وہ کامشی سی صورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا
کیا بد نھیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں!
آئی بہار، کلیاں پھولوں کی بس روی ہیں
ساختی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں
اس قید کا لئی؟ ذکھرا کے مناؤں
میں اس اندر میرے گھر میں قسمت کو روا رہا ہوں
ذر ہے میں قفس میں میں غم سے مرنہ جاؤں
جب سے چمن چھٹا ہے، یہ حال ہو گیا ہے
ڈکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
میں بے زبان ہوں قیدی، تو چھوڑ کر دعا لے
آزاد مجھ کو کر دے، او قید کرتے والے



عقل و دل

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا
 ہوں زمیں پر گزر لیک پر مرا
 کام دنیا میں رہبری ہے مرا
 ہوں مفتر کتاب ہستی کی
 یونہ اک خون کی ہے تو لیکن
 دل نے ٹھن کر کہا یہ سب حق ہے
 راز ہستی کو ٹو سمجھتی ہے
 ہے چھے واسطہ مظاہر سے
 علم تھے سے تو معرفت مجھ سے
 علم کی انتہا ہے بے تالی
 شع تو نفل صداقت کی حسن کی بزم کا دیبا ہوں میں
 ٹو زمان د مکاں سے رشتہ پا طاہر سدرہ آشا ہوں میں
 کس بلندی پر ہے مقام مرا عرش رب جلیل کا ہوں میں!



ایک آرزو

کیا لطفِ انجمن کا جب دل ہی بُجھ گیا ہو
 دنیا کی مخلوقوں سے اکتا گیا ہوں یا رب!
 ایسا حکومتِ جس پر تقریرِ بھی فدا ہو
 شورش سے بجا گتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا
 دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو
 مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری
 دنیا کے غم کا دل سے کامنا نکل گیا ہو
 آزاد گلر سے ہوں، غزلت میں دن گزاروں
 سا غرِ ذرا سا گویا بُجھ کو جہاں نما ہو
 ٹھکل کی کلی پک کر پیغام دے کسی کا
 شرمائے جس سے بھلوت، بھلوت میں وہ ادا ہو
 ہو ہاتھ کا سرخانا، سبزے کا ہو بچھوتا
 نئے سے دل میں اُس کے کھنکانہ کچھ مرا ہو
 ماوس اس قدر ہو صورت سے میری بیلپل
 ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
 صفائی ہے تھاںِ چائبہ ٹھہرے ہے بھول
 پانی بھی موج بن گر، انہوں انہوں کے دیکھتا ہو
 ہو دل قریب ایسا خیسار کا نظارہ
 پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
 آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
 پھر کو تھوڑی ہو تھک کے گلی ٹھنڈی
 پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
 پانی کو تھوڑی ہو تھک کے گلی ٹھنڈی
 اُنمیں کوئی آئینہ دیکھتا ہو
 مہندی لگائے سورج جب شام کی ولھن کو
 اُنمیں کوچلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
 اُنمیں کوئی آئینہ دیکھتا ہو
 بھلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
 بھلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
 اُنمیں کوئی آئینہ دیکھتا ہو
 پچھلے پھر کی کوئی، وہ صبح کی موذن
 کا توں پہ ہونہ میرے دری و حرم کا احسان
 کا توں پہ ہونہ میرے دری و حرم کا احسان
 روتا مرا وضو ہو، تالہِ مری دعا ہو
 پھنکوں کو آئے جس دم شبیم وضو کرانے
 تاروں کے قاتلے کو میری صدرا درا ہو
 اس خاموشی میں جائیں اتنے بلند تالے
 بے ہوش جو پڑے ہیں، شاید انھیں جگادے
 ہر درود مبدل کو روتا مرا ملا دے

سیدگی لوحِ حُرّب

ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلاتا کہیں
محب کے ہے بیٹھا ہوا پنگامہ محشریہاں
دیکھ! کوئی دل نہ ذکھ جائے تری قفریہ سے
رُنگ پر جواب نہ آئیں اُن قسانوں کو نہ چھیڑ
قوت فرمائی ردا کے سامنے بے باک ہے
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آہدا
مُدعا تیرا اگر دنیا میں تقطیم دیں
وانہ کرنا قرقہ بندی کے لیے اپنی زیاد
وصل کے اسہاب پیدا ہوں جری تحریے سے
مخلل نو میں پرانی راستانوں کو نہ چھیڑ
بندہ مومن کا دل نیم دریا سے پاک ہے
پاک رکھ اپنی زیاد تلمیذ رحماتی ہے ٹو

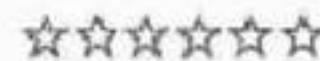


زہد اور یوندی

تحیزی نہیں منکور طبیعت کی دکھانی
کرتے تھے ادب اُن کا اعلیٰ و اولیٰ
جس طرح کہ الفاظ میں مضر ہوں معانی
تحی د میں کہیں ڈرد، خیالی ہمہ دانی
منکور تھی تعداد مُریدوں کی بڑھانی
تحی رہنے سے زاہد کی ملاقات پرانی
اقبال، کہ ہے قری شمشاد معانی
گو شعر میں ہے رُنگ کمیم ہدایتی
ہے ایسا عقیدہ اُڑ قفسہ دانی
قفیل علی ہم نے سُنی اس کی زبانی

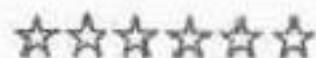
اک مولوی صاحب کی سُناتا ہوں کہاں
شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی قشی کا
کہتے تھے کہ پنیاں ہے تصرف میں شریعت
لبریز میں زہد سے تحی دل کی صراحی
کرتے تھے بیان آپ کرامات کا اپنی
مُدت سے رہا کرتے تھے ہمارے میں میرے
حضرت نے میرے ایک شناسا سے یہ پوچھا
پابندی احکام شریعت میں ہے کیا؟
سُننا ہوں کہ کافر شہیں ہندو کو سمجھتا
ہے اس کی طبیعت میں تشخیص بھی ذرا سما

سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
 مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اُڑانی
 کچھ عار اسے حسن فردشون سے نہیں ہے
 عادت یہ ہمارے فُراہ کی ہے پرانی
 گانا جو ہے شب کو تو سحر کو ہے خلاوت
 اس روز کے اب تک نہ کھلے ہم پر معافی
 لیکن یہ مُنا اپنے مریدوں سے ہے میں نے
 بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی
 دل فُریح کت ہے، طبیعت خختانی
 لیکن یہ اضداد ہے، اقبال نہیں ہے
 رندی سے بھی آمگاہ، شریعت سے بھی واقف
 پُرچھو جو تصوف کی تو مصور کا ٹائی
 اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کھلتی
 ہو گا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی
 الفہر بہت طول دیا وعظ کو اپنے
 ہو گا یہ کسی آپ کی یہ نظر بیانی
 اس شہر میں جو بات ہو اُڑ جاتی ہے سب میں
 تا دیر رہی آپ کی اپنے آجہا کی زیارتی
 اک دن جو سرراہ ملے حضرت زادہ
 پھر چھر گئی باتوں میں وہی بات پرانی
 فرمایا، شکایت دہ محبت کے سب تھی
 تھا فرض مرا را راه شریعت کی دکھانی
 میں نے یہ کہا کوئی گھر مجھ کو نہیں ہے
 یہ آپ کا حق تھا زمرو قرب مکانی
 قدری ہے تو اضف کے سب میری جوانی
 میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
 پیدا نہیں کچھ اس سے تصور ہس دانی
 مگر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت
 مگر اس کا حق تھا زمرو خیالات کا پانی
 بھی تھا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
 کی اس کی جدائی میں بہت اٹک نشانی
 اقبال بھی اقبال سے آمگاہ نہیں ہے
 کچھ اس میں تسرخ نہیں دالد نہیں ہے



شاعر

قوم کویا جسم ہے، افراد ہیں اعضاۓ قوم
منزل صنعت کے رہ بیا ہیں دست و پائے قوم
محفل تعلیم حکومت، چہرہ زیبائے قوم
شاعر رنگیں نواہے دیندہ بیٹائے قوم
جلا نے درد کوئی عضو ہو روئی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ



تصویر درد

یہ دستور زبان بندی ہے کیا تیری محفل میں یہاں تو بات کرنے کو ترسی ہے زبان میری
اعضاۓ کچھ ورق لائے نے، کچھ گز تے، کچھ مغل نے اعضاۓ کچھ ورق لائے نے، کچھ گز تے، کچھ مغل نے
ازٹالی غربیوں نے، طوطیوں نے، عنذلیوں نے جنم میں ہر طرف یکسری ہوئی ہے داستان میری
وطن کی فکر کرنا داں! مصیبت آنے والی ہے
ڈرا ویکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
یہ خوشی کہاں تک؟ لذتِ فریاد پیدا کر
نہ سمجھو گے تو مت جاؤ گے اے ہندوستان والوا!
بھی آئین قدرت ہے بھی اسلوبِ فطرت ہے
تعصب چھوڑ ہا داں! وہر کے آیکھ خانے میں
زمیں کیا، آسمان بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
زیماں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل!
گنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ہوس پالائے منبر ہے بچے رنگیں بیانی کی
لیخت بھی تری صورت ہے اگ انسانہ خواتی کی

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں غلائی ہے اسکر امتیاز ماو تو رہتا
نہ رہا انہوں سے بے پرواہ اسی میں خیر ہے تیری اگر منکور ہے دنیا میں اوپر یگانہ ہو رہنا
محبت سے حقیقی پائی ہے شفا پیار قوموں نے کیا ہے اپنے بخت خلیل کو بیدار قوموں نے

☆☆☆☆☆

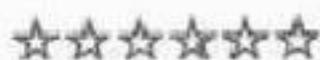
آجیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقین ٹھہری شب سے خیالِ روز فرقہ کم جیس
کھول دے گا دشتِ وحشت عقدہ تقدیر کو توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

☆☆☆☆☆

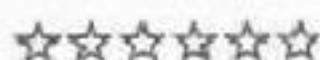
پلال

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا جبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے گی آبادی وہ آستاں نہ چھلا تجھ سے ایک دم کے لیے
تری غلائی کے صدقے ہزار آزادی جھا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جھنا ہی نہیں
کسی کے شوق میں ٹوٹے مزے ستم کے لیے نظر تھی صورت سلاماں^۳ ادا شناس تری
شم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزاہی نہیں تجھے نثارے کا سلسلہ کلیم سودا تھا
شراب دید سے بڑھی تھی اور پیاس تری عینہ تیری نگاہوں کا تور تھا گویا
اویس طاقت ویدار کو ترسنا تھا تری نظر کو رہی دید میں بھی حرمت دید
تجھ دلے کہ تپید و دعے تیا سائید گری وہ برق تری جان ٹاٹکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر تمش تر شعلہ گر نہ کدو بروں تو زوند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زندگی اداۓ دید سرپا نیاز تھی تیری
کسی کو دریکھتے رہتا نیاز تھی تیری

اڑاں ازدھ سے ترے خلق کا تراث نہیں
تماز اس کے نظارے کا اک بہانہ نہیں
خوشی وہ وقت کہ بیڑب مقام تھا اس کا
دیدار عام تھا اس کا



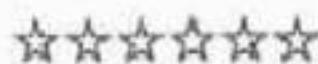
جس کے دوں اے برہمن! گروہ نما نہ مانے
تیرے ضم کدوں مگے بُٹ ہو گئے پُرانے



أمير

سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سرین کا
ہوائے سرد بھی آئی سوا تو سن امیر
عجیب مے کدھ بے خوش ہے یہ گھٹا
قبائے گل میں عمر ٹالنے کو آئی ہے
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سور ہے تھے اُٹھے
آٹھی وہ اور گھنا الوبس پڑا بادل
بنتیں قیام ہو وادی میں پھرتے والوں کا

آٹھی پھر آج وہ پُر رب سے کالی کالی گھٹا
نہاں ہوا جو رُخ مہر نیب دامن اہ
گرج کا شور نہیں ہے، خوش ہے یہ گھٹا
چمن میں حکمِ نشاطِ دام لائی ہے
جو پھولِ مہر کی گرفت سے سرپلے تھے آٹھے
ہوا کے زور سے اُبھرا، بڑھا، آڑا پاول
عجیب خیسہ ہے گھسار کے نہالوں کا



التحقیق مسافر

(پر درگاہ حضرت محبوب الہی دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ایں قائم
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
نہایا ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
اگر سیاہ دلم، داغی لالہ زارِ توام
چن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ کمبٹ گل
چلی ہے لے کے دلن کے لکار خانے سے
نظر ہے بھر کرم پر درختِ صحراء ہوں
تلکِ نشیں مقبیتِ مہربوں زمانے میں
مقامِ ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے
مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ ذکر کے
دولوں کا چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر
ہنا یا تھا جسے چون چون کے خار و خس میں نے
پھر آرکھوں قدم مادر و پدر پر جیسیں
وہ شمع پارگی خاندان مرغبوی
نفس سے جس کے سکھلی میری آرزو کی کلی
دعا یہ کر گے خداوندِ آسمان و زمیں

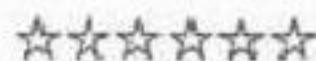
بڑی جتاب تری نیضِ عام ہے تیرا
نظامِ ہر کی صورتِ نظام ہے تیرا
معج و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
وگر کشادہ جینم، گل بہاء توام
ہوا ہے سبر کا منظور امتحان مجھ کو
شرابِ علم کی لذتِ کشاں کشاں مجھ کو
کیا خدا نے نہ محتاجِ یاغیاں مجھ کو
تری دعا سے عطا ہو وہ نزدِ یاں مجھ کو
کہ سمجھے منزلِ مقصودِ گامروان مجھ کو
کسی سے ٹھوہڑا ہو زیر آسمان مجھ کو
تری جتاب سے اُسکی ملے فخاں مجھ کو
چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو
کیا جنسوں نے محبت کا رازِ داں مجھ کو
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
ہنا یا جس کی مردت نے نکتہ داں مجھ کو
گرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو

وہ میرا یوسف ٹالی، وہ شمع محلہ عشق
جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و ٹو
ریاضِ ذہر میں مانندِ گل رہے خداں
کہ ہے عزیز ترازِ جاں وہ جانِ جاں مجھ کو
فلکتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے!
یہ انجائے سافرِ قبول ہو جائے!

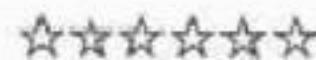


غزلیات

ماں کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ
کھوئی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر ہر رہ گزر میں نقش کف پائے یار دیکھ



عداوت ہے اسے مارے جہاں سے عجب واعظ گی دیں داری ہے یا رب!
کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انسان
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے وہیں سے رات کو علمت ملی ہے
نٹا کرتے ہیں اپنے رازِ داں سے ہم اپنی درودتی کا قنانہ
لرز چاتا ہے آواز اذان سے بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں



ہونے دیکھا ہے سمجھی اے دیدہ عبرت کر گل ٹوٹے دیکھا ہے سمجھی اے دیدہ عبرت کر گل
درنہ ظاہر تھا سمجھی کچھ، کیا ہوا کیوں کر ہوا پہ سیشِ اعمال سے مقصد تھا رُسوائی مری
میرے شنے کا تاشا دیکھنے کی چیز تھی کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیوں کر ہوا



پھلا بکھو لارہے یا رب! جن میری امیدوں کا
چکر کا خو دے دے کر یہ نٹے میں نتے پالے ہیں
یہ نہ چھو بجھ سے لذت خانماں برپا درہتے گی
لشمن سکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں
امید حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بکھو لے بھالے ہیں
مرے اشعارے اقبال! کیوں پیارے ہوں مجھ کو
مرے نٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

☆☆☆☆☆

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا لبھی کہ نہ دیکھا کرے کوئی
میں انتہائے مشق ہوں، تو انتہائے حسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماثا کرے کوئی
از پیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تلا ٹھا کرے کوئی

☆☆☆☆☆

وہ نشت خاک ہوں فیض پریشانی سے صمرا ہوں
نہ چھو میری وحشت کی زمیں سے آسنا تک ہے

☆☆☆☆☆

سینے و محل کے گھریوں کی خورت اڑتے جاتے ہیں
سر گھریاں جدائی کی گزرتی ہیں صہنوں میں
مجھے روکے گاؤے نا خدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
تمنا درودل کی ہو تو کر خدمت نقروں کی
نہیں ملتا ہے یہ گوہر پادشا ہوں کے خزنسوں میں
نہ چھاں خرقہ پوشوں کی، ارادوت ہو تو دیکھاں کو
مدد بینا لیے پیٹھے ہیں اپنی آسمیوں میں
خموش اے دل! مجری محفل میں چلانا نہیں اچھا
اوہ پہلا قرینہ ہے محبت کے قریشوں میں

☆☆☆☆☆

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مرگی سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
محبری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں

☆☆☆☆☆

خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے
جو ہو شیاری دستی میں امتیاز کرے
اڑا کے مجھ کو غبار رہ جماز کرے
بٹھا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اے واعظ
مری لگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساتی
ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال!

☆☆☆☆☆

دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیٰ بھی چھوڑ دے
رمتہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے
ہٹ خاتہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے
اے بے خبر! جزا کی تنا بھی چھوڑ دے
لیکن کبھی کبھی اے تھا بھی چھوڑ دے
داعظ! کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد
تھیڈ کی روٹ سے تو بہتر ہے خود گشی
ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
سودا گری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسہ ان عقل

☆☆☆☆☆

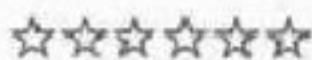
محبت

چک تارے سے مانگی، چاند سے داغ گجر مانگا اڑائی تیر گلی تھوڑی سی شب کی ژلف برہم سے
ترپ بھلی سے پائی ہور سے پاکیزگی پائی حرارت فی نسبائے مسج ابن مریم سے
ذرایی پھر ربویت سے شان بے نیازی لی ملک سے عاجزی، آفتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمہ حیوان کے پانی میں مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے
مہوس تے یہ پانی ہستی نوختیر چھڑکا گردہ کھوئی بہر نے اُس کے گویا کارِ عالم سے
ہولی جنمیش عیاں ذردوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا گھلنے لگئے اُنھوں کے اپنے اپنے ہدم سے
خرام ناز پایا آفتابوں نے پائی، داغ پائے لاالہ زاروں نے

☆☆☆☆☆

حقیقتِ حُسن

خدا سے حُسن نے اُک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے ٹوٹے لازوال کیا
ملا جواب کہ تصویرِ خانہ ہے دنیا
شبِ درازِ عدم کا نامہ ہے دنیا
ہوتی ہے رنگِ تختہ سے جب نمود اس کی
وہی حُسن ہے حقیقتِ زوال ہے جس کی
کہیں قریب تھا، یہ گنگوہ قرنے نئی
فلک پہ عام ہوتی اخترِ سحر نے سُنی
سحر نے تارے سے سُن کر سُنائی شہنشہ کو
فلک کی بات بتادی رہیں گے عمر کو
بھر آئے پھول کے آنسو پیامِ شہنشہ سے
کلی کا تھا سادلِ خون ہو گیا غم سے
چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شاب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

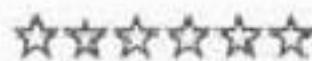


طلبِ علی گڑھ کا لمح کے نام

عشق کے درومند کا طرزِ کلام اور ہے
اور دل کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
طاہرِ زیرِ دام کے نالے تو من چکے ہوتم
یہ بھی سو کہ تالہ طاہرِ پام اور ہے
کہتا تھا سورِ ناتوانِ لطفِ خرام اور ہے
آتی تھی کوہ سے صدارازِ حیات ہے سکون
اس کا مقام اور ہے، اس کا نظام اور ہے
جنبدِ حرم سے ہے فروغِ انجمانِ ججاز کا
موت ہے عیشِ جاوداں، ذوقِ طلبِ اگرنا ہو
گردشِ آدمی ہے اور گردشِ جام اور ہے
شمعِ سحر یہ کہہ گئی سویں زندگی کا ساز
غم کندہ نمود میں شرطِ دوام اور ہے
رہنے دو ٹھم کے سر پر تم نشیتِ کلیسا اپھی
پادہ ہے تم رس اپھی، شوق ہے تار سما اپھی

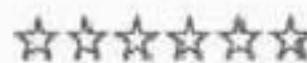
کی گود میں بلی دیکھ کر.....

شیشہ ذہر میں ماہیوں میں ناب ہے عشق
روج خور شید ہے خون رُگِ مہتاب ہے عشق
دل ہر ذمہ میں پوشیدہ کلک ہے اس کی
لوری یہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے کہیں اٹک،
کہیں گوہر ہے، کہیں اٹک، کہیں شبنم ہے



چاند اور ستارے

ڈرتے ڈرتے دم سحر سے تارے کہنے لگے قمر سے
نثارے رہے وہی فلک پر ہم تھک بھی گئے چک چک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا چلنا
بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے کہتے ہیں جسے سکوں، تپیں ہے
رہتے ہیں تم کش سفر سب تارے، انساں ٹھیر، جھر سب
ہو گا کبھی ختم یہ سفر کیا
کہنے لگا چاند، ہم شینو! نظر کیا
بُخش سے ہے زندگی جہاں کی
یہِ رسمِ تدبیم ہے یہاں کی
کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
ہے دوڑتا اشیب زمانہ
اس رہ میں مقام بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے
چلنے والے کل کے ہیں جو نظیرے ذرا، چل کے ہیں
انجام ہے اس خرام کا حسن آغاز ہے عشق، انتہا حُسن



وصال

بُسْجو گل کی تڑپاتی تھی اے ٹبلیں مجھے خوبی قسم سے آخر مل کیا وہ گل مجھے
 خود تڑپتا تھا جن والوں کو تڑپاتا تھا میں تجھوں کو جب رنگیں نوا پاتا تھا، شرماتا تھا میں
 میرے پہلو میں دل مختصر تھا، سیما ب تھا ارتکاب جرم الفت کے لیے بے تاب تھا
 تامرادی ٹھنڈل گل میں مری مشہور تھی صبح میری آئندہ دارِ شبِ دیجور تھی
 اؤنس درسینہ خون گفت نشہ داشتم زیرِ خاصویٰ نہاں غوناے محشر داشتم
 اب تاثر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں عشق کی گری سے فعلے بن گئے چھالے مرے
 کھلتے ہیں بخلیوں کے ساتھ اب تالے مرے خازہ الفت سے یہ خاکہ سید آئینہ ہے
 اور آئینے میں عکس ہمدم دریئہ ہے قید میں آیا تو حاصل مجھے کو آزادی ہوئی
 دل کے لٹک چاتے سے میرے گھر کی آپادی ہوئی شو سے اس خورشید کی اختر مرا تا بندہ ہے
 چاندنی جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے اے تھک روزے گہ خاشاکِ مرا واسو ختی
 سیک نظر کروی آداب نا آموختی

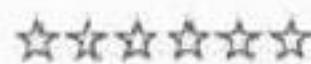
☆☆☆☆☆

وجو افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی بدا ہو ملت پے یعنی آتش زن ٹلسِ مجاز ہو جا
 یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا بچا کے دامن بھوں سے اپنا خبار راہ ججاز ہو جا

☆☆☆☆☆

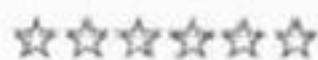
صقلیہ (جزیرہ بسملی)

روئے اب دل کھول کر اے دیدہ خوتاہ بار دو نظر آتا ہے تہذیب جازی کا مزار
 تھا یہاں ہنگامہ ان صحرائشیوں کا کبھی بھر پاڑی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
 نہ لے جن سے شہشاہوں کے دریاروں میں تھے بھلیوں کے آشیانے جن کی گواروں میں تھے
 اک جہاں تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور کہا گئی عمر کہن کو جن کی تیغ ناصور
 مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ ثم سے ہوا آدمی آزاد زنجیرِ ٹوہم سے ہوا
 غلغلوں سے جس کے لذتِ گیرابِ تک گوش ہے کیا وہ بکیر اب ہیشہ کے لیے خاموش ہے؟
 آہ اے بسملی اسمند کی ہے تجھ سے آہو رہنا کی طرح اس پانی کے صحرائیں ہے تو
 زیبِ تیرے حال سے رخسارِ دریا کو رہے تیری شمعوں سے تسلی بھر جیا کو رہے
 ہو سبک چشمِ مسافر پر ترا منظرِ ہام موجودِ رقصانِ تیرے ساحل کی چٹانوں پر ہام
 تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گھوارہ تھا حُسنِ عالم سوز جس کا آتشِ نقارہ تھا
 نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بخداد پر داعشِ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر
 آسمان نے دولتِ غرناطہ جب برپا دی کی این بذریوں کے دل ناشانے قریاد کی
 غمِ نصیبِ اقبال کو بخشنا گیا ماتم ترا جن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محروم ترا
 ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستان تیرے ساحل کی خوشی میں ہے اندافت بیان
 در در اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں جس کی تو منزل تھا، میں اس کارروائی کی گرد ہوں
 رنگِ تصویر کہن میں بھر کے وکھلا دے مجھے قہہ ایامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے
 میں ترا نہ سوئے ہندوستان لے جاؤں گا خود یہاں روتا ہوں، اور وہیں کو وہاں رُلواؤں گا

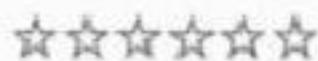


غزلیات

زندگی انسان کی اگ دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے، دم کے سوا کچھ نہیں
کل قسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر شیخ بولی، ہگر یہ غم کے سوا کچھ بھی نہیں
زار ان کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تھا زمزہ کے سوا کچھ بھی نہیں



زلاسرائے جہاں سے اس کو محرب کے محاونے بنایا
پناہاڑے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے
کہاں کا آٹا، کہاں کا جاتا، قریب ہے امتیازِ عقبی
ثُمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے



مددِ نفرن، سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہدے
جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں، انھیں مذاقِ نحن نہیں ہے
کوئی دل ایسا تظرف آیا نہ جس میں خوابیدہ ہوتنا
اللہ تیرا جہاں کیا ہے، لگار خانہ ہے آرزو کا
تمامِ مضمون مرے پرانے، کلام میرا خطا مرا پا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے، میرے عیب ہے کا



ہرے رہو وطن مازنی کے میدانو!
جہاں چہ سے تھیں ہم سلام کرتے ہیں
جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں تماز اقبال
نمایا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں



ماہر 1907

زمانہ آیا ہے بے جوابی کا، عام دیدار یار ہو گا
سلطنت تھا پردہ دار جس کا، وہ رازاب آشکار ہو گا
گزر گیا بہادر سالی کی تھپ کے پینے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں بیخاش، ہر کوئی یادہ خوار ہو گا
نکل کے صحراء سے جس نے روما کی سلطنت کو اٹھ دیا تھا
سنائے یہ تھے سیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

تو پیر میقانہ سن کے کہنے لگا کہ مٹھ پچت ہے، خوار ہو گا
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب ذر کم عمار ہو گا
جو شاخ نازک پ آشیانہ بنے گا، ناپا کدار ہو گا
ہزار موجودوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا
میں اُس کا بندہ بخون گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا
ثیر رفشاں ہو گی آہ میری، نفسِ مراثعہ بار ہو گا
کہیں سر رگزار بیٹھا تم کش انتظار ہو گا

کیا مر اذکر، جو ساقی نے باوہ خواروں کی انجمن میں
دیا، مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
تمہاری تہذیب اپنے تجھ سے آپ ع خودگش کرے گی
سفیدہ برگ گل بنالے گا قائدِ سور ناتوان کا
خدا کے، ہش تو ہیں ہر لطفِ خل میں پھرتے ہیں ملے ملے
میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درمانہ دکاروں کو
نہ ہے چھ اقبال کا نجحکانہ، ابھی وہی کیفیت ہے اُس کی



پلا دِ اسلامیہ

ہے زمینِ قرطہ بھی دیدہ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی محلِ شع طور
بکھر کے بزمِ ملت بیضا پر بیثان کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزان کر گئی
قر اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے
خطِ ٹھٹٹھیہ یعنی قیصر کا دیار
صورتِ خاکِ حرم یہ سر زمیں بھی پاک ہے
نکھٹ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
اے مسلم! ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
وہ زمیں ہے ٹوگراے خواب گاہِ مُحْمَّد ﷺ
خاتمِ اُنّتی میں تو تباہ ہے ماہِ نُکْلیں
تجھے میں راحت اُس شہنشاہِ مُحْمَّد ﷺ کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے
چائیں قیر کے، وارث مدد جم کے ہوئے
ہے اگر قومیتِ اسلام پانچو مقام
ہندوی پیار ہے اس کی نہ، فارس ہے شہ، شام
آہ پڑب! دلیں ہے مسلم کا ٹو، ماوا ہے ٹو
نکٹے چاڑپ تاثر کی شعاعوں کا ہے ٹو
جب تک باقی ہے ٹو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صحیح ہے تو اس چن میں گوہر شبتم بھی ہیں

☆☆☆☆☆

ستارہ

مالِ حسن کی کیا مل گئی خبر تھی کو؟
تر کا خوف گہرے خطرہ سحر تھی کو
ستارے نور کے لئے جانے کا ہے ذر تھی کو
ہے کیا ہر اس فنا صورتِ شرہ تھی کو
زمیں سے دور دیا آہاں نے گھر تھی کو
مثالِ ماہِ اڑھائی قبائے زر تھی کو
فقبہ پہر تری نیخی سی جان ڈرتی ہے!
تمام راتِ تری کا نیتے گزرتی ہے
چون اوچ ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے
چکنے والے مسافرا عجیب یہ بھتی ہے
ابل ہے لاکھوں ستاروں کی ایک ولادتِ مهر
دران غنچہ میں ہے راز آفریشِ ٹھل
فنا کی نیند سے زندگی کی مسٹی ہے
عدم عدم ہے کہ آئینہ دار استی ہے!
سکوں محل ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے نمانے میں

☆☆☆☆☆

گورستانِ شاہی

ذوقِ چدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ہے لکھن دہر کی زینت ہمہ نامِ تو
مادر گئی رہی آبستنِ اتوامِ نو
ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر
چشم کوہ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجوں

دفتر بستی میں ان کی داستان تک بھی نہیں
عظمت نو تاں روما نوٹ لی ایام نے
دست طفل ختنہ سے نگیں کھلوتے جس طرح
ایک غم، یعنی علمِ ملت ہمیشہ تازہ ہے
اپنے شاہوں کو یہ امت نہ کرنے والی نہیں

صرد پاہل مٹ گئے، باقی نشاں تک بھی نہیں
آد بایا مہاراہاں کو اجل کی شام نے
پڑتاں پھولوں کی گرتی یہی خزاں میں اس طرح
اس نشاط آباد میں گوش بے اندازہ ہے
دل ہمارے یادِ عبید رفت سے خالی نہیں

☆☆☆☆☆

فلسفہ غم

غمازہ ہے آئینہِ دل کے لیے گرد مال
سمازیہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
راز ہے انساں کا دل، غمِ اکشاف راز ہے
جو سروہ برباد ہستی سے ہم آغوش ہے
عشقِ سویز زندگی ہے تا ابد پاسندہ ہے
جوں اُلفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں
زندگانی ہے عدم تا آئتا محبوب کی
آسمان کے طائروں کو نفہ سکھلاتی ہوئی
گر کے وادی کی چنانوں پر یہ ہو جاتا ہے پھر
محض طربِ بوندوں کی اک دنیا نہایاں ہو گئی
وہ قدم پر پھر دی ہو مثیل تاریخ ہے

حوادث غم سے انسان کی فطرت کو کمال
غم جوانی کو جگادرتا ہے لطفِ خواب سے
طائز دل کے لیے غمِ ہمیشہ پرواہز ہے
غم نہیں غمِ رُوح کا اک نقطہ خاموش ہے
عشق کے خورشید سے شامِ اجلِ شرمندہ ہے
رخصبِ محبوب کا مقصدنا ہو تا اگر
عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
ہے بتائے عشق سے پیدا بھا محبوب کی
آتی ہے ندی جیکن کوہ سے گاتی ہوئی
آئندہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسار خور
ہوئے سیحابِ رواں پھٹ کر پریشان ہو گئی
لہجہ ان قطروں کو لیکن دصل کی تعلیم ہے

پستی عالم میں ملنے کو جدرا ہوتے ہیں ہم
مارنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
عقل جس دم دیر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندری رات میں مستور ہو
جادو دکھلانے کو جگنو کا شر رنک بھی نہ ہو
داری پستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
مرتے والوں کی جیسی روشن ہے اس خلوات میں

☆☆☆☆☆

ترانہ طی

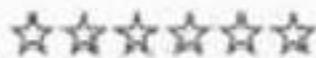
سلم ہیں ہم، دُن ہے سارا جہاں ہمارا
جہنم و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا
توحید کی امانت سیوں میں ہمارے
آسمان جیوں مٹاٹا نام و نشان ہمارا
دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
جنگر بلال کا ہے قومی نشان ہمارا
تینوں کے سائے میں ہم میل کر جوں ہوئے ہیں
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذال ہماری
یاڑل سے دبئے والے اے آسمان نہیں ہم
ایے گستاخ انگلیس! وہ دن ہیں یادِ تھہ کو
ایے موج و جلد! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
ایے ارضِ پاک! تیری ٹرمت پکٹ مرے ہم
ہے ہوں تری رگوں میں اب تک روایا ہمارا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
سلام کارواں ہے میرِ چجاز عَلَيْهِ اَنْتَا
اقیال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے چادہ بیٹا پھر کارواں ہمارا

☆☆☆☆☆

وظیت

ساقی نے بنا لی روشن لطف و تم اور
تہذیب کے آذر نے ترشائے صنم اور
جو پیر، ان اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
غارت گر کا شانہ دین نبوی ہے
اسلام تراثیں ہے، تو مصطفوی ہے
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملادے!
رو بھر میں آزاد دلن صورتِ ماں
دے تو بھی نبوت کی صداقت پر گواہی
ارشادِ نبوت میں دلن اور ہی کچھ ہے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
کمزور کا گمراہ ہوتا ہے غارت تو اسی سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کشی ہے اس سے

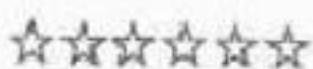
اس دور میں ہے اور ہے، چام اور ہے خم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداوں میں بڑا سب سے وطن ہے
یہ بُت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
بازو عرا توحید کی قوت سے قوی ہے
نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھادے
ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے جاتی
ہے تركِ دلن سُبْتِ محبوب الکی ﷺ
گفتارِ سیاست میں دلن اور ہی کچھ ہے
الوامِ جہاں میں ہے رقابتِ تواکی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
الوام میں مخلوقی خدا بُتی ہے اس سے



ایک حاجی مدینے کے راستے میں

اس بیانِ یعنی سحرِ خلک کا ساحل ہے ذور
قاںلہ تو ناگیا صحراء میں اور منزل ہے ذور
ہم سفر میرے شکارِ دہن رہن ہوئے
نگئے جو ہو گے بے دل ہوئے بیت اللہ میرے
موت کے ذہرا ب میں پائی ہے اس نے زندگی
بانے شرب، دل میں، لب پر نصرہ توحید تھا

شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے، بے یا کا نہ چل
خوف کہتا ہے کہ شرب کی طرف تباہ نہ چل
عاشقوں کو روزِ محشر مند نہ دکھلا دیں گا کیا
بے زیارت نہ یئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
اجربتِ مفونِ شرب سُکَّة میں بھی مخفی ہے راز
خوفِ جاں رکھنا نہیں کچھ دشیت پڑائے جیاز
عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کا ہی میں ہے
گوسلامتِ محمل شای کی ہمراہی میں ہے
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باگ ہے آہ! یہ عقل ریاں اندر نیش کیا چا لاک ہے



شکوہ

نکرِ قروا نہ کروں، محو غمِ دوش رہوں
کیوں ریاں کاربنوں، سود فراشوش رہوں
ہم تو امیں بھی کوئی ٹھل ہوں کہ خاموش رہوں
نالے نبلل کے شوں اور ہمہ تن کوئی شوں رہوں
شکوہ اللہ سے، حاکمِ یہ دن، ہے مجھ کو
جُرات آموز مری تابِ نحن ہے مجھ کو
قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
ہے بجا شیوهِ تعلیم میں مشہور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پ تو معدود ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معہور ہیں ہم
خوگیرِ حمد سے تھوڑا سا ٹھلا بھی سن لے
اے قدایا شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے
خی تو موجود ازال سے ہی تری ذاتِ قدیم
نہیں دوستِ انصاف ہے اے صاحب الطافِ عظیم
ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
خوگیر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تر ۹۱
بس رہے تھے پہنیں سلوق بھی ٹوراتی بھی

ای دنیا میں یہودی بھی تھے، نہ رانی بھی
بات جو بگزی ہوئی تھی، وہ یہاں کس نے
جنگیوں میں بھی لڑتے، بھی دریاؤں میں
بھی افریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں میں
کلہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں گواروں کی
اور مرتے تھے ترے نام کی عقلت کے لیے
سرپاٹ پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے
بُت فروشی کے عوض بُت بھنی کیوں کرتی؟
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تھج کیا جزیرہ ہے، ہم تو پے لڑ جاتے تھے
زیر خیز بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
شہر قصر کا جو تھا، اُس کو کیا سرگس نے؟
کاٹ کر رکھ دیے گلدار کے لفکر کس نے؟
کس نے پھر زندہ کیا تذكرة یزداں کو؟
اور تیرے لیے زحمت کش پیکار ہوئی
کس کی بھیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
منہ کے نل کر کے "خوَّاللَهُ أَكْبَدْ" کہتے تھے
قبلہ رو ہو کے تریں بوس ہوئی قوم جاز
تہ کوئی بندہ رہا اور شہ کوئی بندہ تو از
تیری سرکار میں پہنچے تو بھی ایک ہوئے
میں توحید کو لے کر صفت جام پھرے

ای معمورے میں آباد تھے یو نانی بھی
پہ ترے نام پہ تکوار انھائی کس تھے
تھے ہمیں ایک ترے محرکہ آراؤں میں
دیں اذانیں بھی پورپ کے کیساں میں
شان آنکھوں میں نہ پختی تھی جہاں داروں کی
ہم جو جنتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
تھی نہ کچھ تیق زنی اپنی حکومت کے لیے
قوم اپنی چورروں مالی جہاں پر مرتی
مل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو گزر جاتے تھے
نش توحید کا ہر دل پہ بخایا ہم نے
ٹو ہی کہ دے کہ اکھاڑا درخیر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کس نے شہنشاہ کیا آنکھدہ ایران کو؟
کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں گیر۔ جہاں دار ہوئی
کس کی بیت سے صنم سہے ہوئے رہتے تھے
آگیا مین لڑائی میں اگر وقت تماز
ایک ہی صاف میں کھڑے ہو گئے محمود والیاں
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے

اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!
بھر قلمات میں دوزادیے گھوڑے ہم نے
نوع انساں کو غلامی سے تھرا دیا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
ہم وفادار نہیں، ٹو بھی تو ولدار نہیں!
بائز دالے بھی ہیں، مست مئے پندار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
ہے خوشی ان کو کہ کبھی کے نگہبان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
اپنی تو حید کا کچھ پاس تھے ہے کہ نہیں
نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور
اور بیچارے مسلمان کو فقط وعدہ حور
ہات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں
تیری فُقدرت تو ہے وہ جس کی نہ صد ہے نہ حساب
رہرو دشت ہو سکی زوجہ موج سراب
کیا ترے نام پر مرنے کا عرض خواری ہے؟
رو گئی اپنے لیے ایک فیالی دنیا
پھر نہ کہتا ہوئی تو حید سے خالی دنیا
کہیں ممکن ہے کہ ساقی شر بے، جام رہے!
شی کی آہیں بھی گئیں صبح کے تالے بھی صبحے

گوہ میں دشت میں لے گر ترا پیغام پھرے
دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
صفہ دہر سے باطل کو منا یا ہم نے
تیرے کجھے کو جیزوں سے بایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ مگر ہے کہ وفا دار نہیں
آتھیں اور بھی ہیں، ان میں گناہ گار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں
رجھتیں ہیں تری اختیار کے کاشانوں پر
ہٹ سنم خاتوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
منزل دہر سے اونٹوں کے خدی خوان گئے
خدہ ذن ملفر ہے، احساس تھے ہے کہ نہیں
یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معمور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں خور و قصور
اب وہ الٹاف نہیں، ہم پر عنایات نہیں
کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب
ٹو جو چا ہے تو اُنھے سینہ صحراء سے جا ب
طعن اختیار ہے، رسوانی ہے، تاداری ہے
تی اختیار کی اب چا ہتے والی دنیا
ہم تو رُخت ہوئے، اور وہی نے سنبھالی دنیا
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
تیری محفل بھی گئی چا ہنے والے بھی صبحے

آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
اب انھیں ڈھونڈنے کے لئے اس ریخ زیبا لے کر
تجدد کے دشت و جبل میں رسم آہو بھی وہی
امت احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی، تو بھی وہی
اپنے شیداؤں پر یہ ہشم غصب کیا معنی
بنت گری پیشہ کیا، بنت ٹھنی کو چھوڑا؟
رسم سلمان رض و اولیس قریش کو چھوڑا؟
زندگی مش بال جہنم رکھتے ہیں
جادو پیاری صلیم در شا بھی نہ سکی
اور پابندی آئیں دفا بھی نہ سکی
بات کہنے کی نہیں، تو بھی تو ہر جاتی ہے!
اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے
پھونک دی گرمی رخسار سے محفل تو نے
ہم وہی سو نتے ساماں ہیں، تجھے یاد نہیں؟
قیس دیوانہ نثار و محفل نہ رہا
گھر یہ اجزا ہے کہ تو روتی محفل نہ رہا
بے جایا نہ سوئے محفل ما باز آلی
ستھنے ہیں جام بکف نفر کو سو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں صنعتِ معنو بیٹھے
برق دیر یند کو فرمان جگر سوزی دے
لے اڑا تملیل بے پر کو تماق پرواز

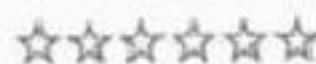
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلا لے بھی گئے
آئے غشاں گئے وعدہ فردا لے کر
درود لیا بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی
عشق کا دل بھی وہی، حُسن کا جادو بھی وہی
پھر یہ آزادگی غیر سبب کیا معنی
تجھو کو چھوڑا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا؟
عشق کو عشق کی آشنا سری کو چھوڑا؟
آگ تجھیر کی سینوں میں دلی رکھتے ہیں
عشق کی خیر وہ چلی سی ادا بھی نہ سکی
منظر ب دل صفت قبلہ تما بھی نہ سکی
کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
سر قاراں پر کیا دین کو کامل تو نے
آتش انہو تو کیا عشق کا حاصل تو نے
آج کیوں میںے ہمارے شر ر آیا دنیں
واری تجدد میں وہ شوہ سلاسل نہ رہا
حوالے دہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
اے خوش آں روز کہ آئی و بعد ناز آئی
پادہ کش غیر ہیں گلشن میں لپ ہو بیٹھے
دُور ہنگامہ گھوار سے کیک سو بیٹھے
اپنے پرواؤں کو پھر ذوق ٹوڈ افروزی دے
قوم آوارہ عناء تاب ہے پھر سوئے تجاز

ٹو ڈرا چھپڑ تو دے، تکہ مختارب ہے ساز
طور مختار ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے
مُوربے مایہ کو ہدوٹی سیماں کر دے
ہند کے ذیر نشینوں کو مسلمان کر دے
ی تپہ ہالہ پ نشر کدہ سیخہ ما
کیا قیامت ہے کہ خود بھول ہیں غماز چمن!
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزدہ پروافہ چمن
اس کے سینے میں ہے نغموں کا حلاطم اب تک
چیاں بھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیر ہن برگ سے غریاں بھی ہوئیں
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی!
کچھ مزا ہے تو بھی خون جگر پینے میں
کس قدر جلوے ترتپے ہیں مرے سینے میں
داش جو سینے میں رکھتے ہوں، وہ لالے ہی نہیں
جا گئے والے اسی پانگ درا سے دل ہوں
پھر اسی بارہہ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں
نگہ ہندی ہے تو کیا، لے تو جمازی ہے مری!

مضطرب پائغ کے ہر غنچے میں ہے نوئے نیاز
لتے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
نشکلیں اُمتِ مرہوم کی آسائ کر دے
چیز نایاب محبت کو پھر ارزآل گر دے
ہوئے خون ہی چکدا نہ حسرت دیں پسندہ ما
ہوئے غل لے گئی بیردن چمن راز چمن
عبد غل ختم ہوا توٹ گیا ساز چمن
ایک بُلبل ہے کہ ہے محو تر نم اب تک
قریاں شاخ صنوبر سے ٹریزاں بھی ہوئیں
وہ پُرانی روشنیں پائغ کی دیریاں بھی ہوئیں
قیدِ صوم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزاجینے میں
کتنے بے تاب ہیں جو ہر مرے آئیے میں
اس گلستان میں گرد سکھنے والے ہی نہیں
چاک اس بُلبل تہا کی نواسے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عبد وفا سے دل ہوں
عجی ٹھم ہے تو کیا، مے تو جمازی ہے مری

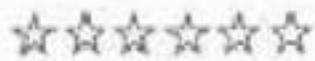
بزمِ انجم

سورج نے جاتے جاتے شام یہ تبا کو طوفِ آنک سے لے کر لائے کے پھول مارے
 پہنچا دیا شفقت نے سونے کو ساروا تزیور قدرت نے اپنے گئے چاندی کے سب اتارے
 محفل میں خامشی کے لیلائے خلقت آئی پھرے عروجِ شب کے موئی وہ پیارے پیارے
 وہ دور رہتے دالے ہنگامہ جہاں سے کہتا ہے جن کو انساں اپنی زبان میں تارے
 ہو لک فر وری تھی انہم فلک کی عرش بریں سے آئی آواز اک بندک کی
 اے شب کے پاساںوائے آسماں کے تاردا! تایندہ قوم ساری گردوں نشیں تمہاری
 چیزیں و سردو ایسا، جاگ انھیں سونے والے رہبر ہے قاٹکوں کی تاب جیسیں تمہاری
 آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں شایدِ سنیں صدائیں اہل نیں تمہاری
 رُخت ہوئی خوشی تاروں بھری فنا سے وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے
 خُن ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں جس طرح عکیں غل ہو شیتم کی آری میں
 آئیں نو سے ڈرتا، طرزِ گھن پہ آڑتا منزل بھی کشخن ہے تو موس کی زندگی میں
 یہ کارداں ہستی ہے تیز گام ایسا قومیں ٹکل گئی ہیں جس کی روادری میں
 آنکھوں سے یہیں ہماری غائب ہزاروں انجم داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں
 اک عمر میں نہ کچھے اس کو زمین دالے جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی ترندگی میں
 یہیں جذب بائی سے قائم نظام سارے پوشیدہ ہے یہ ٹکڑے تاروں کی زندگی میں ۔



نصیحت

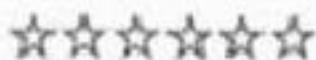
میں نے اقبال سے ازراہ نصیحت یہ کہا
 ٹو بھی ہے شیوه ارباب ریا میں کامل
 دل ہیں لندن کی ہوس لب پتے تے ذکر جیاز
 تھوڑتھوڑی معلحت آمیز ترا ہوتا ہے
 تھم تقریر تری مدحت سر کار پا ہے
 دو حکام بھی ہے تجھ کو مقام محمود
 اور لوگوں کی طرح ٹو بھی تھیا سکتا ہے
 نظر آ جاتا ہے مسجد میں بھی ٹو عید کے دن
 دست پر درد ترے ملک کے اخبار بھی ہیں
 اس پر طرہ ہے کہ ٹو شعر بھی کر سکتا ہے
 جتنے اوصاف ہیں لیکر کے وہ ہیں تجھ میں بھی
 غم صیاد نہیں، اور پرو بال بھی ہیں
 "عاقبت منزل ما و اوی خاموشان است
 حالا گلغلہ در گلید افلاک المدار"



خطاب یہ جوانانِ اسلام

کبھی اے نوجوان مسلم! تذہب بھی کیا ٹونے
 وہ کیا گردوں تھاؤ جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
 تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
 چل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا
 تمدن آفریں خلائق آئھن جہاں داری
 وہ صحرائے عرب لیجنی شتر باؤں کا گھوارا
 سماں الْقَرْنَ فُرْمی کا رہا شانِ امارت میں
 "یا ب و رنگ و تعالیٰ و خط چہ حاجت زوئے زیبارا"

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غور اتنے
کہ مُعْمِم کو گدا کے ذر سے بخشنش کا نہ تھا یا را
غرض میں کیا کئوں تجھے سے کہ وہ صحرائشیں کیا تھے
چہاں کیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چا ہوں تو تند کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
گھر تیرے تھیل سے فزوں تر ہے وہ نظر ارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی تبست ہو نہیں سکتی
کہ تو ٹھیکار وہ گردار، تو پاہت وہ سیارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
فریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے ما را
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
شمیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارا
گھر وہ علم کے موئی، ستائیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا
”غُنیٰ رونے سیاہ ہمیر کھال را تماشا کن کہ تو بر دیدہ اش روشن گند ہشم زینگارا“



شمع

کس قدر شور یہ سر ہے شوق بے پروا ترا
کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بُت خانہ ہے
نگ ہے صحراء ترا، محفل ہے بے لیلا ترا
قیس پیدا ہوں تری محفل میں! یہ ممکن نہیں
پے محل تیرا تر نہ، فخر ہے موسم ترا
اب نوا پیدا ہے کیا، ٹھیں ہوا بر ہم ترا
لے کے اب تو وعدہ دیدار عام آیا تو کیا
تحا جنسیں ذوق تماشا، وہ تو رخصت ہو گئے
صحمد کوئی اگر بالائے پام آیا تو کیا
آخر شب دیدے کے قابل تھی بسل کی رُپ
پھر پریشان کیوں تری شمع کے دانے، ہے
رفتہ الفت میں جب ان کو پروسلتا تحا تو
کارواں کے دل سے احساس زیاد جاتا رہا
وابئے ٹاکای! متأع کارواں جاتا رہا
وہ نہاتہ یہ ہند میں نذر بہمن ہو گئیں
سطوت توحید قائم جن تمازوں سے ہوئی
زندہ گردے دل کو سوز جو ہر گفتار سے
آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے

یہ بھی گوہر، کبھی شیشم، کبھی آنسو ہوا
زندگی کیسی جو دل بیگانے پہلو ہوا
جب یہ جیعت گئی، دنیا میں رُسوائُو ہوا
موج ہے دریا میں اور پیرولن دریا کچھ نہیں
یعنی اپنی سے کو رُسوائُو صورت مینا ش کر
خعلہ تحقیق کو غارت گر کا شانہ کر
صرف تمیر سحر خاکستر پروانہ کر
ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر
دانہ تو، بھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو
روہا تو، راہروہی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
تاختا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
قیس تو، لیلی بھی تو، صحراء بھی تو، محمل بھی تو
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو
ٹو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
قطرہ ہے، لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
ٹو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے
اے تفافل پیش! تجوہ کو یادو وہ پیاس بھی ہے؟
درمنہ گلشن میں علاج بخی دامان بھی ہے
اور ظلمت رات کی سیماں پا ہو جائے گی
نکھلت خوابیدہ غصے کی نوا ہو جائے گی

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرار حیات
پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ
آپر و باقی تری ملت کی جیعت سے تھی
فرد قائمِ ربطِ ملت سے ہے، تھا کچھ نہیں
پر وہ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھو
خیمد زن ہو واڈی سینا میں ماتبدِ سکیم
مشع کو بھی ہو ذرا معلوم اشجامِ ستم
کیفیتِ باقی پرانے کو و صحراء میں نہیں
آشنا اپنی حقیقت سے ہواے دھقاں ذرا
آو، کس کی بخشچو آوارہ رکھتی ہے تجھے
کا پختا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا
دیکھ آکر کوچھ جاک گر بیان میں بھی
دائے نادانی کہ ٹو محتاجِ ساقی ہو گیا
بے خبر اٹو جوہر آئینہ ایام ہے
اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کر ٹو
ہفت کشور جس سے ہر تنیر بے تلق و تنگ
اب تک شاہد ہے جس پر گوہ غاراں کا سلوت
ٹو ہی ناداں چند کلیوں پر قیامت کر گیا
آسمان ہو گما سحر کے ٹور سے آئینہ پوش
اس قدر ہوگی ترم آفریں باد بہار

بزمِ کل کی ہم نفس پار صبا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، اب پر آسکا نہیں
جو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریز اس ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ جن معمور ہو گا تھے توحید سے

☆☆☆☆☆

حضرور رسالت ﷺ میں

جہاں سے باندھ کے رخت سفر روانہ ہوا
نظامِ گھنہ عالم سے آشنا نہ ہوا
حضر، آئندہ رحمت ﷺ میں لے گئے مجھ کو
کلی کلی ہے تری گری نواسے گہراز
تادگی ہے تری فیرت بخود نیاز
سکھائی تھوڑے کو ملائک نے رفت پرواز
ہمارے داسٹے کیا ٹھنڈے لے کے تو آیا؟
سلام جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
وفا کی جس میں ہو تو وہ کلی نہیں ملتی
جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں ملتی
طرابیں کے شہیدوں کا ہے لتواس میں“

گراں جو مجھ پر ہنگامہ زمانہ ہوا
قیود شام و سحر میں برس تو کی لیکن
فرشتے بزمِ رسالت ﷺ میں لے گئے مجھ کو
کہا حضور ﷺ نے اے عندلیب باغِ حجاز!
بیٹھ سر خوش جام، دلا ہے دل تیرا
اڑا جو پستی دنیا سے تو سوچ گردیں
نکل کے بااغ جہاں سے برنگِ خوآیا
”حضر ﷺ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
ہزاروں لاہ و گل ہیں ریاضت ہستی میں
مگر میں نذر کو اک آنکھیں لایا ہوں
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں“

☆☆☆☆☆

شفا خانہ حجاز

خُشنے کو جدہ میں ہے شفا خانہ حجاز
سُخنا ہے تو کسی سے جو انسانہ حجاز
مشہور ٹو جہاں میں ہے دیوانہ حجاز
تبض مریض بخہ بیسی میں چائے
پوشیدہ، جس طرح ہو حقیقت مجاز میں
پایا نہ خضر نے سے عمر دراز میں
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمک حجاز میں
رکتے ہیں اہل درد میخا سے کام کیا!

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا
ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرہ بے قرار
وستِ بخون کو اپنے بڑھا جیب کی طرف
دارالشفا حوالی بھی میں چائے
میں تے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
تمحکہِ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
اور دوں کو دیں حضورا یہ پیغامِ زندگی
آئے ہیں آپ لے کے شفا کا بیام کیا

☆☆☆☆☆

جواب شکوہ

یہ نہیں طاقت پر واز سکر رکھتی ہے
خاک سے اُٹھتی ہے، گردوں پر گزر رکھتی ہے
آسمان چھر گیا تالہ ہے باک سرا
بوئے پادے سر عرش بریں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی
مجھے جنت سے نکلا ہو انسان سمجھا
عرش والوں پر بھی گھلنا نہیں یہ راز ہے کیا!
آگئی خاک کی چکلی کو بھی پر واز ہے کیا

دل سے جو بات نکلتی ہے اُٹھ رکھتی ہے
ٹھہری الاصل ہے، رفتہ پر نظر رکھتی ہے
عشق تھا نقد گر و مرکش، چالاک سرا
پیر گردوں نے کھاٹن لے، کہیں ہے کوئی
چاند کہتا تھا، نہیں! اہل زمیں ہے کوئی
چکھے جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضوان سمجھا
تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آوانہ ہے کیا
تھا سر عرش بھی انسان کی تیک و تاز ہے کیا

شون و گستاخ یہ پستی کے کمیں کیسے ہیں!
 تھا جو محبود ملائک، یہ وہی آدم ہے!
 ہاں مگر بجز کے اسرار سے ناخرم ہے
 بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو
 اشک بے تاب سے لبریز ہے پیانہ ترا
 کس قدر رشوخ زیاب ہے دل دیوانہ ترا
 ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے
 راہ دکھائیں کے، رہرو منزل ہی تھیں
 جس سے تغیر ہو آدم کی، یہ وہ مغل ہی تھیں
 ذخیرہ نہ دالوں کو دنیا بھی نہیں دیتے ہیں
 اُستی باعثِ رُسوائی ﷺ ہیں
 تھا نہ ایسیم پدر اور پسر آزر ہیں
 خرم کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تم بھی نئے
 نازشِ موسمِ ٹھل لالہ صحرائی تھا
 کبھی محبوب تمہارا بیکی ہر چائی تھا
 ملتِ احمد ﷺ رسول کو مقامی کر لو!
 ہم سے کب پیار ہے ابا نیند تھیں پیاری ہے
 تکھی کہہ دو، سبھی آئینِ وفاداری ہے؟
 جذب یا ہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں
 نہیں جس قوم کو پرواۓ شیخن، تم ہو

غافل آداب سے سُکانِ زمیں کیسے ہیں!
 اس قدر شوخ کے اللہ سے بھی برہم ہے
 عالم کیف ہے دنائے رموزہ کم ہے
 نازبے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
 آئی آوازِ غمِ انگیز ہے افسادہ ترا
 آسمان گیر ہوا نعمۃِ مستانہ ترا
 شکرِ حکومے کو کیا حُسن ادا سے تو نے
 ہم تو مائل بے کرم ہیں، کوئی سائل ہی تھیں
 تربیتِ عامِ تو ہے، جو ہر قابل ہی تھیں
 کوئی قابل ہو تو ہم شمان کی دیتے ہیں
 ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
 بُت ٹھکن انہوں گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
 بادہ آشام نئے بادہ نیا، خُم بھی نئے
 وہ بھی دن تھے کہ بھی ماہِ رمضانی تھا
 جو مسلمان تھا، اللہ کا سورائی تھا
 کسی بکھائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
 کس قدر تم پڑا صبح کی بیداری ہے
 طبع آزاد پر قیدِ رمضان بھاری ہے
 قومِ مذہب سے ہے، مذہبِ جو نہیں، تم بھی نہیں
 جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فنِ تم ہو

جس کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
کیا نہ ہو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
نوع انساں کو غلامی سے بخوبی ایسا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو
شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے خور و قصور
چلوہ طور تو موجود ہے، موئی ہی نہیں
ایک ہی سب کا نبی ﷺ دین بھی، ایمان بھی ایک
کچھ یہ می بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
کیا زمانے میں پہنچے کی کہی ہاتھ ہیں
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
کچھ بھی پیغام ﷺ کا تصحیح پاس نہیں
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب
پردا رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب
زندہ ہے ملت بینا غریباً کے دم سے
برق طبعی نہ رہی، فعلہ مقانی نہ رہی
قلقد رو گیا تلقین غزالی نہ رہی
یعنی وہ صاحب اوصاف جزاً کی نہ رہے

بجلیاں جس میں ہوں آئُودہ وہ، خرم کم ہو
ہو گئو نام جو قبروں کی تجارت کرے گے
صلفہ دہر سے باطل کو مٹا یا کس نے؟
میرے کبھی گوجبتوں سے بسایا کس نے؟
تھے تو آبادہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
کیا کہا؟ بھر مسلمان ہے فقط وعدہ حور
عدل ہے قادرِ حقیقت کا اذل سے دستور
تم میں خوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
فرقة بتدی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کون ہے تارک آئین رسول ﷺ؟
کس کی آنکھوں میں سایا ہے شعارِ انگیار؟
قب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صفا آرا، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب
امرانشہ دولت میں ہیں عاقل ہم سے
واعظِ قوم کی وہ بُخْتَه خیالی نہ رہی
رو گئی رسم اذال روح بلالی نہ رہی
مسجدیں مریشہ خواں ہیں کہ نہادی نہ رہے

لا کے گھے سے صنم خانے میں آزاد کیا
شہر کی کھا نے ہوا، باری چلنا نہ رہے!
یہ ضروری ہے جاپ زیخ لیلاتے رہے!
شق آزاد ہے، کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو!
اپن اس سے کوئی سحرانہ کوئی ٹکشن ہے!
ملت ختم رسول ﷺ کعلہ یہ پیدا ہن ہے
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا
کو کب ٹھنچے سے شاخیں ہیں چکنے والی
گھل بر انداز ہے ٹون فہدا کی لالی
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تانی ہے
اور محروم شر بھی ہیں، خزان ویدہ بھی ہیں
سکڑوں بطن چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
پھل ہے یہ سکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا
ٹو دہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنال تیرا
غیریک باگب درا کچھ نہیں سامان تیرا
عاقبت سوز پود سایہ انداشہ تو
نوہ سے کو تعلق نہیں پیانے سے
پاہاں مل گئے گھے کو صنم خانے سے
عمر نورات ہے، ڈھنڈ لا ساستا راؤ ہے
عاقلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا

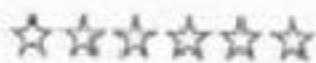
ان کو تجدیب نے ہر بند سے آزاد کیا
قیسِ زحمت کش تھائی سحرانہ رہے
وہ تو دلبوث ہے، بستی میں رہے یا شہر ہے
مگر ہور نہ ہو، شکوہ بیداد نہ ہو
عہد نو برق ہے، آتشِ زن ہر خرمن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ گھن ایجاد ہے
آج بھی ہو جو پرا ہم کا ایماں پیدا
دیکھ کر رنج چمن ہوتے پر یشاں مالی
خس و خاشک سے ہوتا ہے گلستان خالی
رجف گر ڈوں کا ڈرا دیکھ تو غنائبی ہے
آتشِ ٹکشن ہستی میں شر چیدہ بھی ہیں
سکڑوں ٹھل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
نجلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پاک ہے گرد وطن سے سر دام تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا بھی دیراں تیرا
نخلِ شمع اسی دورِ شعلہ دُوریشہ تو
ٹوڑ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
پے عیال یورشی تاتار کے افسانے سے
کشی حق کا زمانے میں سہارا ٹو ہے
پے جو ہنگامہ بپا یورش بلغاری کا

امتحان ہے ترے ایثار کا، خودداری کا
نور حق نجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری
کو کب قسم امکان ہے خلافت تیری
نور توحید کا اعتماد ابھی باقی ہے
رخت بردوش ہوائے چھقناں ہو جا
نفرہ موج سے ہنگامہ طوفان ہو جا!
ڈیر میں اسم محمد ﷺ سے اچالا کر دے
جنین دیر میں کلیوں کا تمیم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
بھی ہستی چمیں آمادہ اسی نام سے ہے
بھر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
رقت شان رفعناک ذکر ک، دیکھے
وہ تمہارے ہبذا پالنے والی دنیا
عشق والے ہے کہتے یہی بلاالی دنیا
خوطر زن اور میں ہے، آنکھ کے ہادرے کی طرح
مرے دردیش! خلافت ہے جہاں گیر تیری
ٹو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تد بھر تیری
یہ جہاں جھٹ ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

ٹو سمجھتا ہے یہ سماں ہے دل آزاری کا
کیوں ہر اسال ہے سکیلی فرسی اعدا سے
چشم اقوام سے نجی ہے حقیقت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرامت تیری
وقت فرمات ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
مثل نُوقید ہے نجف میں، پریشان ہو جا
ہے سکھ مایہ تو ذرے سے بیاپاں ہو جا
قوتِ عشق سے ہر پست کو یالا کر دے
ہو نہ یہ پھول تو بُکل کا ترثیم بھی نہ ہو
یہ تہ صافی ہو تو پھر میں بھی نہ ہو، نعم بھی نہ ہو
خیمه افلاک کا استاد، اسی نام سے ہے
دشت میں، داسن کھسار میں، میدان میں ہے
چمن کے شہر، سراپش کے بیان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ اید سک دیکھے
مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا
گریبی صبر کی پورودہ پلائی دنیا
تمیش انداز ہے اس نام سے پارے کی طرح
عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری
بادو اللہ کے لیے آگ ہے بھیر ترمی
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہے

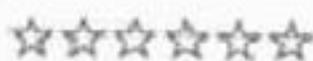
ساتی

نہ پلا کے گرا نا تو سب کو آتا ہے
مزاتِ جب ہے کہ گروں کو تھام لے ساتی!
جو پادہ کش تھی رانے، وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آپ بنائے دوام لے ساتی!
خر قریب ہے، اللہ کا نام لے ساتی!



تعلیم اور اس کے نتائج

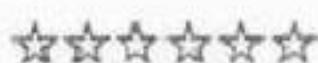
خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے سمجھے
لب خدا سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراحت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پر دیز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیوہ فرہاد بھی ساتھ
”حُمْ دِیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کا نچہ کشمیم ز جلت نتوں کرد ورد“



دُعا

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندگی تھنا دے
جو قلب کو گراوے، جو روزِ حکومت پا دے
پھر داری فاراں کے ہر ذرے کو چکا دے
پھر شوق تماشا دے، پھر ذوق تقاضا دے
جرودم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے، اور دن کو بھی دکھلا دے
اس شہر کے ٹو گر کو پھر وسعتِ صحراء دے
بیکلے ہونے آہو کو پھر تئے حرم لے چل
بینا دل وہیا میں پھر شورشِ محشر کر
اس ذور کی نظمت میں ہر قلب پریشان کو

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشی شریا کر
خود راری ساحل دے، آزادی دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اچالاگ، دل صورت بینا دے
امروز کی شورش میں اندر یہ فردا دے
احساس عذایت کر آپا ر مصیبت کا
میں تبلی نلاں ہوں اک اجزے گلستان کا
تاشر کا سائل ہوں، حجاج کو، داتا دے!



فاطمہ بنت عبد اللہ

(عرب لاک جو طرابلس کی جنگ میں عازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی)

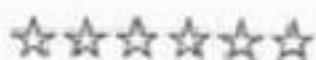
1912ء

فاطمہ! تو آبرد ہے امت مرجم ہے
ذرہ ذرہ تیری نشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، خود صحرائی! تیری قسمت میں تھی
عازیان دیں کی تھائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد! اللہ کے رستے میں بے تنقی و پر
ایکی بھی اس گلستان خزان منظر میں تھی
ایکی بھی اس بھی اس بھی خواہیدہ ہیں!
یہ کلی بھی اس بھی اس بھی خواہیدہ ہیں!
اپنے محرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
فاطمہ! گوشنم انشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نحو عشرت بھی اپنے تالہ ماتم میں ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لہریز ہے
رقص تیری خاک کا کتنا تشاٹ انگیز ہے
بے کوئی ہنگامہ تیری غربت خاموش میں
پل رہتی ہے ایک قوم تازہ اس آنکھ میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعت مقصد سے میں
آفریخیں دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فناۓ آسمان میں ہے ظہور
دیدہ انساں سے ناخرم ہے جن کی موجود نور
جو ابھی ابھرے ہیں خلقت خانہ ایام سے
اور شیرے کو کب تقدیر کا پڑو تو بھی ہے
جن کی تاپانی میں اندازوں بھی، نوبھی ہے

محاصرہ اور نہ

حق نجمر آزمائی پے مجبور ہو گیا
شکری بھار درنہ میں محصور ہو گیا
روئے امید آنکھ سے مستور ہو گیا
آئین جنگ، شہر کا دستور ہو گیا
شاہیں گدائے داتہ غصقور ہو گیا
گرا کے مثل صاعقه طور ہو گیا
کوئی تمام شہر میں مشہور ہو گیا
مسلم، خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

یورپ میں جس گھڑی حق دبائل کی چھڑگی
گر دصلیب، گرد قرطہ طلاق زان ہوئی
مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
آخر ہبہ عسکرِ ٹرکی کے حکم سے
ہر شے ہوئی ذخیرہ لفکر میں خل
لیکن نقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات
ذمی کا ماں لفکرِ مسلم پہ ہے حرام
چھوتی نہ تھی یہود و نصاری کا ماں فوج



علام قادر رہیلہ

ٹکالیں شاہ ٹیوری کی آنکھیں نوک نجمر سے
یہ اندمازِ ستم کچھ کم نہ تھا آنار محشر سے
شہنشاہی حرث کی ناز تیجانِ سمن بر سے
تھاں تھا خسن جن کا چشمِ مہر و ماد دائر سے
روں دریائے ہوں، شہزادیوں کے دیدۂ تر سے
کیا گھبرا کے پھر آزاد سر کو باو مغفر سے
سینت آموزتا یاں ہوں انجمن جس کے جوہر سے
قاضا کر رہی تھی فیند گویا چشم، امر سے
زہیلہ کس قدر ظالم، جفا ہو، کیت پرور تھا
دیا اہل حرم کو وقص کا فرمان ستم گرنے
بجلائیل اس فرمانِ فیرت گش کی ممکن تھی!
ہنا یا آہ! سامان طرب بیدار نے ان کو
رزتے تھے دل نازک، قدم مجبور بچش تھے
بونگی کچھ دیر محو نظر آنکھیں رہیں اس کی
کمر سے، انہ کے تھی جاں تھاں، آتشِ نشان کھوئی
رکھا نجمر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لینا

نظر شرما گئی خالم کی درد انگیز منظر سے
شکایت چاہئے تم کونہ کچھ اپنے مقدر سے
کہ غفلت زور بے شان صرف آرایاں لٹکرے
مجھے عاقل سمجھ کر مارڈا لے میرے تختر سے
حیثیت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے

بُجھاے خواب کے پانی نے انگریس کی آنکھوں کے
پھر اٹھا اور تیموری حرم سے ٹوں لٹک کہنے
ہرا مند پہ سو جاتا پناوٹ تھی، تکلف تھا
یہ مقصد تھا مر اس سے، کوئی تیمور کی بیٹی
مگر یہ راز آخر نکھل گیا سارے زمانے پر

☆☆☆☆☆

إِرْلَقَا

ستیزہ کا رہا ہے ازل سے تا امروز
چہارغی مصطفوی ﷺ سے شرار نہ لسی
حیات خلائق مزاج و غیور و شور انگیز
مرثت اس کی ہے مشکل کشی، جھا بھی

☆☆☆☆☆

صَدِّيقٌ

دیں مال را وحی میں جو ہوں تم میں مال دار
اُس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا را ہوار
انہار کی ہے دستِ گمرا ابتدائے کار
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
مسلم ہے اپنے خداش و اقارب کا حق گزار
باقی جو ہے وہ ملت بیضاپ ہے نثار
جس سے بنائے عشق و محبت ہے اُستوار

اک دن رسول ﷺ نے اصحاب سے کہا
ارشاد سن کے قرط طرب سے عمر اُٹھے
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدِ یقین سے ضرور
لائے غرضکہ مال رسول امین کے پاس
پوچھا حصور مر در عالم ﷺ نے اے عمر!
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی ٹو نے کیا؟
کی عرضِ نصف مال ہے فرزند وزن کا حق
انتے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا

لے آیا اپنے ساتھ دہ مرد دنما سرست
 ملک نیشن و درہم و دینار و رخت و جنس
 پولے حضور ﷺ چائے فکرِ عیال بھی
 اے تھوڑے سے دیدہ مہ انجمن فروغ گیر!
 کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
 پروانے کو چاٹھ ہے، تبلیل کو بھول بس
 صدقیق کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ

☆☆☆☆☆

والدہ مرحومہ کی یاد میں

قردہ ذرہ دہر کا زندگی تقدیر ہے
 آسمان مجبور ہے، شش و قمر مجبور ہیں
 ہے کلکت انعام غنیٰ کا سو گلزار میں
 تنہہ تبلیل ہو یا آواز خاموش ضمیر
 آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ ہر مجبوری عیاں
 قلب انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں
 چرتی ہوں میں تری تصویر کے ابیاز کا
 رفتہ و حاضر کو گو یا پا پا اس نے کیا
 جب ترے دامن میں پتھی تھی دہ جان ناتوال
 اور اب چھپے ہیں جس کی شوئی مختار کے
 علم کی سنجیدہ مختاری، بڑھاپے کا شعور
 زندگی کی اوچ گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم

پردہ مجبوری دیے چار گی تدبیر ہے
 انجمن سماں پا رفاقت پر مجبور ہیں
 بہزہ و کل بھی ہیں مجبور نہو گلزار میں
 ہے اسی زنجیرِ عالم گیر میں ہر شے اسیر
 خلک ہو جاتا ہے دل میں اٹک کا سلی روایاں
 تنہہ دہ جاتا ہے، لطفِ زیب و بیم رہتا نہیں
 رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواہ کا
 عہدِ ظلی سے بھی پھر آشنا اس نے کیا
 پات سے اچھی طرح حرم نہ تھی جس کی زیاد
 ہے بہا موقی ہیں جس کی چشم کو ہر بار کے
 دنیوی اعزاز کی شوکت، جوانی کا غرور
 صحبتِ ما در میں طقل سادہ رہ جاتے ہیں ہم

پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں
کون میرا خدا نے آنے سے رہے گا بے قرار
اب دعاۓ شم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا!
تحی سرا پا دیں دُنیا کا سبق تیری حیات
میں تری خدمت کے قابل جب نواہِ جل بھی
تیری خدمت سے بُوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو سرا
صبر سے ن آشنا چیج و ماروتا ہے وہ
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور محکم ہو گئی
آدی ہے کس ظلم دوش و فردا میں ایسا!
گھشن ہستی میں ماں نہ خیم ارزش ہے موت
کیسی کیسی ذخیراں مادرِ ایام ہیں!
شتیں میں شہر میں گھشن میں ویانے میں موت
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
زندگانی کیا ہے، اک طوق گھو انشار ہے!
اک متاع دیدہ تر کے سوا کچھ بھی نہیں
ہیں پس نہ پرداز گرذوں ابھی دور اور بھی
نہ ٹھا جس کا مقدار ہو یہ وہ گوہر نہیں
ذوقِ حظی زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے
عام یوں اسکو نہ کر دتا تمام کائنات

بے کلفِ خندہ زن ہیں، لگر سے آزاد ہیں
کس کو اب ہو گا وطن میں آہا میرا منتظر
خاک مرقد پر ترنی لے کر یہ فریاد آؤں گا
دنترِ آسم میں تھی زریں ورق تیری حیات
عمر پھر تیری محبت میری خدمت گر ری
وہ جواں، قامت میں ہے جو صورتِ سرو یلند
کار دیوارِ زندہ گاتی میں وہ ہم پہلو سرا
تجھ کو شل طلقنگ بے وست و پاروتا ہے وہ
ٹشم جس کا ٹو ہماری کشت جاں میں بو گئی
آہ! یہ دُنیا، یہ ماتم خانہ بر تاو بیدر
کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آسائی ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کلبہ اقلام میں، دولت کے کاشانے میں موت
موت ہے ہنگام آرائشوں خاموش میں
نے بیالِ بیکوہ ہے، نے طاقتِ ٹخار ہے
قاتلے میں غیر فریاد درا کچھ بھی نہیں
ختم ہو جائے گا لیکن امتحان کا دور بھی
زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
زندگی محبوب ایک دیدہ قدرت میں ہے
موت کے ہاتھوں سے مت سکتا اگر نقشِ حیات

جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں
 نقش کی ناپاکداری سے عیاں کچھ اور ہے
 توڑنے میں اُس کے یوں ہوتی نہ بے پرواہوا
 کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے
 خود غماٹی، خود فزائی کے لیے مجبور ہے
 خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
 موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ
 ذاتی ہے گردن گروں میں جو اپنی گند
 خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
 موت اس لکھن میں بُج سمجھدیں پر کچھ نہیں
 زخم فرقہ وقت کے مرہم سے پاتا ہے شغا
 حلقہ زنجیر صحیح دشام سے آزاد ہے
 وقت زخم تین فرقہ کا کوئی مرہم نہیں
 لٹک چیم دیدہ انساں سے ہوتے ہیں رواں
 ٹوں وال بہتا ہے آنکھوں کی سر لٹک آباد سے
 اس کی نظرت میں یہ اک احساس نامعلوم ہے
 آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
 سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے
 آگی ہے یہ دل آسائی، قرا موٹی نہیں
 داغ شب کا دامن آفاق سے دھوتی ہے صح

ہے اگر ارزان تو یہ سمجھوا جل کچھ بھی نہیں
 آہ غافل! موت کا راز نہاں کچھ اور ہے
 پھر نہ کر سکتی حباب اپنا اگر پیدا ہوا
 لختمِ محل کی آنکھ زیر خاک بھی بے خواب ہے
 زندگی کا فعلہ اس دانتے میں جو مستور ہے
 مردی مرقد سے بھی افسروہ ہو سکتا نہیں
 ہُصول بن کر اپنی ثربت سے نکل آتا ہے یہ
 ہے لحد اس قوت آفندی کی شیرازہ بند
 موت، تجمیعہ نہاق زندگی کا نام ہے
 خو گر پرواز گو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
 کہتے ہیں اہل جہاں دردِ اجل ہے لا دوا
 دل سگر، غم مرنے والوں کا جہاں آباد ہے
 وقت کے انزوں سے تھرتا ہاں ماتم نہیں
 سر پر آجائی ہے جب کوئی صیبت ناگہاں
 ربط ہو جاتا ہے دل کو تالہ و قرباد سے
 آدمی تابِ شکیعیاں سے گو محروم ہے
 جو ہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
 رخت ہستی خاک، فلم کی فعلہ انشائی سے ہے
 آہ! یہ ضبط فناں غفات کی خاموشی نہیں
 پرداہ مشرق سے جس دم چلوہ گر ہوتی ہے صح

بے زیال طاڑ کو سرمبت نوا کرتی ہے یہ
سیکڑوں نعمتوں سے پار صحیح دم آباد ہے
ہوتے چیز آندر عروش زندگی سے ہمکنار
مرقد انسان کی شب کا گیوں نہ ہوا تجام صحیح
جیسے کبھی میں دعاوں سے قضا محصور ہے
جلوہ گا ہیں اُس کی یہ لاکھوں جہاں بے ثبات
آخرت بھی زندگی کی ایک بُو لاس گاہ ہے
لگک ایسا حلقة انکار اتنا نہیں
خوب تر تھائیں کے تارے سے بھی تیرا ستر
تُور سے محصور یہ فاکی شبستان ہو ترا
ہنڑہ تورستہ اس گمرا کی تکہیانی کرے

لالہ افسرده کو آتش تبا کرتی ہے یہ
سینہ بُجل کے زندگی سے نمود آزاد ہے
ظھرگان لالہ تار و گو ہمار و رُو د بار
یہ اگر آئین ہستی ہے کہ ہو ہر شام صحیح
یاد سے تیری دل درد آشنا صبور ہے
وہ فرانش کا تسلیم ہاں ہے جس کا حیات
مختلف ہر منزل ہستی کی رسم د راه ہے
ٹور قدرت خلقت بیکر کا زند افی نہیں
زندگانی تھی ترمی مہتاب سے تابندہ تر
مشہد ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
آسمان تیری لحد پر شبیم انشائی کرے

☆☆☆☆☆

شاعر آفتاب

آسمان پر اک شعاع آفتاب آوارہ تھی
تیری جان تائکھیا میں ہے کیا اضطراب
کر رہا ہے خرمیں اتوام کی خاطر جو اس
رقص ہے، آوارگی ہے، جیجو ہے، کیا ہے یہ؟
پرورش پائی ہے میں نے صحیح کی آغوش میں
جسیوں میں لفت تحریر رکھتی ہے مجھے

صحیح جب میری نگہ سو دلی نکارہ تھی
میں نے پوچھا اس کرن سے اے سرایا اضطراب!
ٹو کوئی چھوٹی سی بیکل ہے کہ جس کو آسمان
پر تڑپ ہے یا ازل سے تیری خوب ہے، کیا ہے یہ
دُنھتے ہنگاے ہیں میری ہستی خاموش میں
مضطرب ہر دم مری تقدیر رکھتی ہے مجھے

سر عالم تاب کا پیغام بیداری ہوں میں
رات نے جو کچھ بخپا رکھا تھا، اکھلاؤں گی میں
سوئے والوں میں کسی کو ذوقی بیداری بھی ہے؟"

ہر آتش ٹوٹیں، فطرت میں گوناری ہوں میں
شرم بن کر ہشم انساں میں سما جاؤں گی میں
تیرے مستوں میں کوئی ہو یا نہیں، ہماری بھی ہے؟"

☆☆☆☆☆

نائک

قدر پچانی نہ اپنے گوہر یک دانہ کی
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر
ہند کو لیکن خیالی نلفے پر ناز تھا
پارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی
درجِ انسانی سے اس بھتی کا دل بیگانہ ہے
شمع گوتم جل رہی ہے بھخلِ اغیار میں
ثور ابراتیم سے آزر کا گھر روشن ہوا
ہند کو اگ مرد کامل نے جگایا خواب سے

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پرداز کی
آہ! بد قسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
آٹھار اُس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
شمعِ حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی
آہ! خود رکے لیے ہندوستانِ غم خانہ ہے
برہمن مرشد اے اپنے نک میں پندار میں
بُت کده پھر بعدِ ثہرت کے مگر روشن ہوا
پھر انھی آثرِ صد ا تو حید کی ہنگاب سے

☆☆☆☆☆

پلال

اہلِ قلم میں جس کا بہت احراام تھا
گردؤں سے بھی بلند تر اُس کا مقام تھا
واعویٰ کیا جو پورس و دارانے خام تھا
حیرت سے دیکھتا ٹلک نسل فام تھا

لکھا ہے ایک مغربیِ حق شناس نے
جو لاسِ عکی سکندرِ روی تھا ایشا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ روی کے سامنے
دنیا کے اُس شہنشہِ انجم سپاہ کو

تاریخِ دان بھی اُسے پہچانتا نہیں
فطرت تھی جس کی نورِ بیوت سے مُستخر
محکوم اس صدا کے ہیں شاپنہ و فقیر
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوش چرخِ عذر
زدی نہ ہوا، جبکی کو دوام ہے

آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
لیکن بیال، وہ جبکی زادہ حیر
جس کا ائمہ ازل سے ہوا سینہ بیال
ہوتا ہے جس سے اسود دا حمر میں اختلاط
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
اقبال! اُس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے

☆☆☆☆☆

مسلمان اور تعلیمِ جدید (تضمین بر شعرِ مکتبی)

لازم ہے رہرو کے لیے دُنیا میں سامانِ سفر
تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس خر
ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیمِ مثلِ نیشن
واجب ہے محراً اگر دپ تھیل فرمانِ خضر
لیکن نکاءِ نگہ دین دیکھئے نہ کس بخشتی مری
”رُّتْمَ كَهْ خَارَازْ پَاكَشْم، تَحْلَ نَبَاهْ شَدَازْ نَظَرْ
یک لَحَْنْ غَافِلْ شَتْمَ وَصَدَ سَالَهْ رَا تَمْ زَوَرَ شَدْ“

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریہ، سر
بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آگیا
اس دور میں تعلیم ہے امر ارضی ملت کی دووا
رہبر کے ایسا سے ہوا تعلیم کا سورا مجھے
لیکن نکاءِ نگہ دین دیکھئے نہ کس بخشتی مری

☆☆☆☆☆

جنگ پر موگ کا ایک واقعہ

تحیٰ مختصرِ حا کی عروی زمینِ شام
اک تو جوان صورتِ سماں بُقطر ب
اے نُعییدہ رُثھت پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے جبر و سکون کا جام

صف بنت تھے عرب کے جوانانِ شق بند
اک تو جوان صورتِ سماں بُقطر ب
اے نُعییدہ رُثھت پیکار دے مجھے

اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی ہیام
جس کی لگاہ تھی سنتِ حق بے خیام
پیروں پر تیرے عشق کا واجب ہے احرام!
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام!
کرتا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
پورے ہوئے جو دعوے کے قبے حضور ﷺ نے

بے تاب ہو رہا ہوں فراقی رسول ﷺ میں
جا تا ہوں میں حضور رسالت ﷺ پناہ میں
یہ ذوقِ دخوتِ دیکھ کے پُر نم ہوئی وہ آنکھ
بولा امیرِ فوج کہ ”وہ توجہاں ہے تو
پوری کرے خدائے محمد ﷺ تری مراد
پہنچنے جو بارگاہ رسول ﷺ ائمہ میں تو
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے

☆☆☆☆☆

مذہب

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ﷺ ہائی
توتِ مذہب سے مُحکم ہے جمعیتِ تری
دھمنِ دینِ ہاتھ سے ٹھوٹنا تو جمعیت کہاں
اپنی ملت پر قیاسِ اقوامِ مغرب سے نہ کر
آن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انھار
دھمنِ دینِ ہاتھ سے ٹھوٹنا تو جمعیت کہاں

☆☆☆☆☆

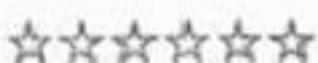
پیوستہ رہ ٹھیر سے، امید بہار رکھ

ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
کچھ داسٹھ نہیں ہے اُسے برگ و ہار سے
خالی ہے جب ٹھل زر کامل عیار سے
رخصت ہوئے ترے ٹھیر سایہ دار سے
نا آشنا ہے قاعدہ روز ٹگار سے
ملت کے ساتھ رابطِ استوار رکھ
پورت رو شجر سے، امید بہار رکھ!

☆☆☆☆☆

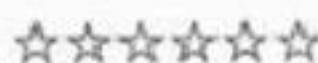
شپ معراج

آخر شام کی آتی ہے لفک سے آواز
سجدہ کرتی ہے تحریجس کو، وہ ہے آج کی رات
رو یک گام ہے ہمت کے لیے عرشی بر میں
کہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات



پھول

تو اپنے بیرہن کے چاک تو پہلے روکر لے
تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صدچاک ہلبل کی
تو کائنوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خواہ کر لے
تنا آبید وکی ہوا اگر گلدار ہستی میں
صنوبر پاش میں آزاد بھی ہے، پاپے گل بھی ہے
انگی پابندیوں میں حاصل آزادی کوٹو کر لے
جیس یہ شان خودداری، جن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستارہ میں رکھ لے، کوئی قسپ گلوکر لے
جن میں غنچے گل سے یہ کہہ کر آڑ گئی شیم
کوئی دستارہ میں رکھ لے، کوئی قسپ گلوکر لے
نمای جو رجھیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے
اگر منکور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہتا
جہاں رنگ و بو سے، پہلے قطع آمد کر لے
جو تجھ کو زندگی دامن کوئی آئینہ ژو کر لے
ای میں دیکھ، منصر ہے کمال زندگی تیرا



میں اور تو

میں ہلاک چاودے سامری، تو قیل شیوہ آزری
نہ سلیقہ مجھ میں کلم کا نہ قرینہ تجھ میں ظلیل کا
میں توائے سونتہ در گلو، تو پیدا رنگ، رمیدا رنگ
میں حکایت غم آرزو، تو حدیث ماتم دلبری
مرا عیش غم، مرا شہد سم، میری بودا ہم نفس عدم
ترادل حرم، گرد گجم، ترادیں خر پدہ کافری
غم رم نہ کر، سیم غم نہ کھا کہ بھی ہے شان قلندری

تیری خاک میں ہے اگر شر رتو خیال فخر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں تاں شعیر پر ہے مد ار قوت حیدری
کرم اے شجاعہ رب عجم کہ فرے ہیں منظر کرم وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جسیں دماغ سکندری

☆☆☆☆☆

دسویزہ خلافت

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے، جائے تو احکام حق سے نہ کر بے و فائی
خیس تجھ کو تاریخ سے آگئی کیا خلافت کی کرنے لگا تو گدایی
خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے سلطان کو ہے نجک وہ پادشاہی

☆☆☆☆☆

موت کو سمجھے ہیں ہائل اقتام زندگی ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

☆☆☆☆☆

حضر راہ (شاعر)

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقہ دیرینہ چاک تو جواں آتوام تو دولت کے ہیں ہمرا یہ پوش
بیپتا ہے ہاشمی ناموں دینِ مصطفیٰ سلسلہ
خاک و ٹوں میں مل رہا ہے ترکان سخت کوش کیا کسی کو پھر کسی کا انتقام مقصود ہے اگ
آگ ہے، اولاد ابراہم ہے، نمرود ہے

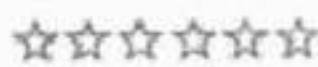
☆☆☆☆☆

زندگی

بتر از اندریہ سو دو زیاد ہے زندگی ہے کبھی چاں اور کبھی تسلیم چاں ہے زندگی
ٹو اے پیاہہ امر دز و فردا سے نہ ناپ جاو داں تسلیم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

بُر آدم ہے، شمیر گن لکاں ہے زندگی
بُونے شیر دشیہ دس نگ کراں ہے زندگی
اور آزادی میں بُھر بے کراں ہے زندگی
گرچہ اُک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
مُختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنجادِ تو
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
پیش کر گافل، مُمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

اپنی ڈتیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
زندگانی کی حقیقت کو یہن کے دل سے پُچھ
بندگی میں بُحث کے رو جاتا ہے اُک فُجے کم آپ
آفکارا ہے یہ اپنی قوت تیغہ سے
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اُک انبارِ تو
ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی ترب
مُحوک ڈالے یہ زمان و آسمان مستعار
یہ مُگری بُشر کی ہے، تو عرصہ مغرب میں ہے



سلطنت

سلطنت اتوام غالب کی ہے اُک جاؤ گری
پھر سلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساختی
دیکھتی ہے طبقہ گردن میں سازِ دلبڑی
تو ذُر دیتا ہے کوئی موئی ظلم سامری
حکمران ہے اُک وہی یاتی ہتاں آذری
جس کے پردوں میں نہیں غیر ازانے قیصری
ٹو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے شیم پری
طبِ مغرب میں مزے میٹھے، اثرِ خواب آوری
یہ بھی اُک سرمایہ داروں کی ہے جگِ زرگری
آہ اے ناداں! نفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

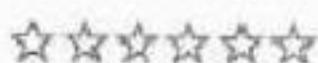
آہ تاؤں ٹجھے کو رہن آیہ ان الشوك
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
جادوئے محمود کی تاثیر سے ہشمِ ایاز
خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
سروری زینا فقط اُس ذات بے ہتا کو ہے
بے وہی سازِ گھنِ مغرب کا جہودی نظام
دیو! سیدادِ جہوری قبا میں پائے کوب
مجلسِ آئینِ دا صلاح و رعایات و حقوق
گرمیِ گلزار اعضاۓ مجالس، الاماں!
اس سرابِ رنگ و نُو کو گلستان سمجھا ہے تو



سرماہیہ و محنت

خواجگی نے خوب چون پھن کے بناۓ مسکرات
شکر کی لذت میں ٹوٹھو اگیا تقدیر حیات
انہتائے سادگی سے کھا گیا مزدور بات
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
عجیب سال قابل ترے دامن میں جنم کب تک
قصہ خواب اور اسکندر و جم کب تک
آسمان! ذوبہ ہوئے تاروں کا ماتم کب تک
دوری جنت سے روتی جنم آدم کب تک

سل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تمہدیب، رنگ
مکث مرا ناواں خیالی دیوتاؤں کے لیے
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
اٹھو گہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
ہمت عالی تو دریا بھی شہیں کرتی تیول
نمرہ بیداری جہور ہے سماں عیش
آنابی ٹازہ پیدا بطن گستق سے ہوا
تو زوالیں فطرت انساں نے زنجیریں تمام



دُنیا کے اسلام

مجھ سے کچھ پہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
نشہ بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبوہ، تیارہ
ٹلک و دولت ہے فقط حظ حرم کا اک شر
نیل کے سائل سے لے کر تا بخاک کا شفر
ٹرک خرگاہی ہو یا اعرابی والا غمیر
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رو گزر
لاکیں سے دُعویٰ کر اسلام کا تکب و جگر

کیا سنتا ہے مجھے ٹرک و عرب کی داستان
لے گئے میلیٹ کے فرزند میراث خلیل
ہو گئی رسوایت میں ٹھلا ॥ لالہ رنگ
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصہ دیں میں ہو
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
جو کرے گا امتیاز رنگ دشمن، مت چائے گا
سل اگر مسلم کی مدھب پر مقدم ہو گئی
تھا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

اے گرفتارِ لوگروں علیٰ بھیار باش
اے مسلمان آج تو اُس خواب کی تعمیر دیکھے
آنے والے دور کی وعده دلی ایک تصویر دیکھے
سامنے تھدیر کے پاس رسوائی تدبیر دیکھے

☆☆☆☆☆

طلوعِ اسلام

اُنچ سے آقابِ آبھرا، گیا دور گراں خوابی
سبھے سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
شکوہ تر کمانی، ذہن ہندی، لطفِ اعرابی
”تو ارا لمح تری زن چو ڈوق نخ کم یاپی“
جھاداپارے سے ہو سکتی تھیں تقدیرِ سماںی
نظر آتی ہے جس کو مریغنازی کی جگہ تابی
جن کے ذرے ذرے کو شہید جسمجو کر دے
یہ شایخ ہائی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
کہ خونِ صد ہزار ارجمند سے ہوتی ہے سحر پیدا
جگر ٹون ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں ویدہ در پیدا
کبوتر کے تن نازک میں شاپیں کا جگر پیدا
مسلمان سے حدیثِ سوز و ساز زندگی کہ دے
یقین پیدا کرائے غافل کر مغلوبِ علماء تو ہے

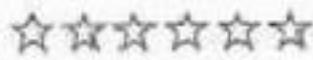
دلیل صحیح روشن ہے ستاروں کی نگل تابی
عمر و قی فردہ مشرق میں ٹوں زندگی دوڑا
مسلمان کو مسلمان کر دیا طوفانِ مغرب نے
عطاموں کو پھر درجا چھ سے ہونے والا ہے
اُثرِ کچھ خواب کا گنجیں میں باقی ہے تو اے بلبل!
ترپِ سجنِ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
وہ چشم پاگ میں کیوں نہ بستِ برگستواں دیکھے
ضییرِ لاہ میں روشن چہاری آرزو کر دے
کتابِ ملتِ یقنا کی پھر شیرازہ بندی ہے
اگر عثائبیوں پر کوہ غمِ نوٹا تو کیا غم ہے
جہاں بانی سے ہے دشوار تر کا بوجہاں بینی
ہزاروں سالِ زگس اپنی بے ثوری پر روتی ہے
تو اپرا ہواے بلبل گہ ہو تیرے ترم سے
ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہ دے
خدائے لمبیز لکا دستِ قدرت ٹو، زبال ٹو ہے

ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کار دال ٹو ہے
خدا کا آخری پیغام ہے، ٹو، چادر دال ٹو ہے
تری تبّت برا آئی ہے، معمار جہاں ٹو ہے
جہاں کے جو ہر مفسر کا گویا امتحان ٹو ہے
کہ ا قوام زمینِ ایشیا کا پاسیاں ٹو ہے
لیا جائے گا تجھ سے کام دیبا کی امامت کا
اثوت کی جہاں گیری، محبت کی فرا واتی
شہ ثورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی
وہ کیا تھا، ندوی حیدر، نقشبندی، صدقی سلطانی
تو کر لیتا ہے یہ ہال و پروردیج الائیں پیدا
جو ہو ذوقی یقین پیدا تو کث جاتی ہیں زنجیریں
ٹگاہ مردِ مومن سے بدلت جاتی ہیں تقدیریں
یہ سب کیا ہیں، فقط اُک ٹکڑہ ایماں کی تفسیریں
ہوس تھپ تھپ کے سینوں میں ملتی ہے تصویریں
حد راے چیر و دستاں! سخت یہں فطرت کی تحریریں
لہو خور شید کا ٹپکے اگر قرے کا دل چیر ہیں
جہاں زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
جو اپنی تاری کس قدر صاحب نظر لکے
یہ خاکی زندہ تر، پاکندہ تر، تابندہ تر لکے
اوہر ڈو یہ اوہر لکے، اوہر ڈو یہ اوہر لکے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے
خود کی کاراز دال ہو جا، خدا کا تر جمال ہو جا

پرے ہے چینخ قتل قام سے منزل مسلمان کی
مکانِ قانی، کیس آنی، ازل تیرا، ا بد تیرا
حنا بند عروی لالہ ہے ٹون جگر تیرا
تری نظرت ایں ہے محکماتِ زندگانی کی
یہ ٹکڑہ سرگزشت ملب پیشا سے ہے پیدا
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
یہی عقصوں نظرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
بستانِ رجیک و ٹھوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
منایا قصر و مکرمی کے استیاد کو جس نے
جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
غلابی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
کوئی اندازہ کر سکا ہے اُس کے زدو باتوں کا!
دلایت، پادشاہی، علم ایشیا کی جہاں گیری
برا آئی نظر پیدا اکمر مشکل سے ہوتی ہے
تمیر بندہ و آقا نسا و آدمیت ہے
حقیقت ایک ہے ہرشے کی، خاکی ہو کٹوری ہو
یقینِ محکم، عملِ ہیم، محبتِ فائجِ عالم
حرمِ رُسوا ہوا پھر حرم کی کم شگاعی سے
زمیں سے ٹو ریان آسمان پرواز کہتے تھے
جہاں میں الٰہ ایماں صورتِ خود شید جیتے ہیں
یقین افراد کا سرمایہ تمیر ملت ہے
ٹورا یگن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا

اُوت کا بیان ہو جا، محبت کی زبان ہو جا
ٹوائے شرمندہ ساحل! آچھل کربے کرائ ہو جا
ٹوائے مرغِ حرم! اڑتے سے پہلے پر قشان ہو جا
نکل کر حلقة شام و شر سے جا دراں ہو جا
شبستانِ محبت میں حریرو پر تماں ہو جا
گلستان راہ میں آئے تو چونے نقہ خواں ہو جا
نبیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز نظرت میں نو اکوئی
تیامت ہے کہ انسان نوع انسان کا فکاری ہے
یہ مناسی مگر تھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
ہوس کے پنجھوٹے نبیں میں تینخ کارزاری ہے
جهال میں جس تمدن کی دننا سرمایہ داری ہے
یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ تاری ہے

ہوس نے کر دیا ہے نکلوئے نکلوئے نوع انسان کو
یہ ہندی، وہ غراسی، یہ افغانی، وہ تو رانی
غمبار آلووہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سر زندگانی ہے
مضاف زندگی میں سیرستو تو لاد پیدا کر
گزر جا بن کے سیلِ شدزادو کوہ دیباں سے
ترے علم و محبت کی نہیں ہے ابھا کوئی
ابھی تک آدمی صید زیون شہر یاری ہے
نظر کو خیرہ کرتی ہے محکم تہذیب حاضر کی
وہ حکمت ناز تھا جس پر خرو منداںِ مغرب کو
تبرگی قشوں کاری سے محکم ہو جیں سکتا
تمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی



غزلیات

اپنے سینے میں اسے اور ڈرا تھام ابھی
عشق ہو مصلحتِ اندیش تو ہے خام ابھی
عقل ہے محو تماشا نے لبِ ہام ابھی
عقل کبھی ہی نہیں معمقی پیغام ابھی
تو ہے رُتاری بُت خانہِ ایام ابھی
ہے ترے دل میں وہی کاوشی اتحام ابھی
مرے گھسار کے لائلے ہیں تھی جام ابھی

نالہ ہے بُلبُل شو ریڈہ ترا خام ابھی
ہنگتہ ہوتی ہے اگر مصلحتِ اندیش ہو عقل
بے خطر کو د پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عشق فرمودہ تا صد سے سیک گام عمل
شیدہ عشق ہے آزادی و دہر آشو بی
قدر پر تیز چ کھتا ہے گزر کر ساقی
ابد نہیں! یہ تک دنگی شبنم کب تک

خیر اقبال کی لائی ہے گفتار سے نہیں تو گر فتار پھرستا ہے تھے دام ابھی

☆☆☆☆☆

پردہ چہرے سے آنھا، انجمن آرائی کر چشم مہرو سہ دل بجم کو تماشائی کر
بے جما باندھ مرے دل سے شناسائی کر ٹو جو بکالی ہے تو یہ چشمک پتپاں کب تک
اپنی ہستی سے عیاں شعلہ سینائی کر گب ٹلک طور پر درجوازہ گری مثل کلم
ہاز بھی کر تو بہ اندازہ رعنائی کر اس گفتار میں نہیں حد سے گز رتا اچھا
پھر جہاں میں ہوں شوکت دارائی کر پہلے خود دار تو ماںندہ سکندر ہو لے

☆☆☆☆☆

پھر پاد بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو نغمہ ہے اگر غمک ہو، غمک ہے تو گفتار ہو
بڑا ہم ہو، پر یشاں ہو، وسعت میں بیباں ہو
کم مایہ ہیں سوداگر، اس دلیں میں ارزش ہو
گلشن ہے تو شبتم ہو، صحراء ہے تو طوفان ہو

☆☆☆☆☆

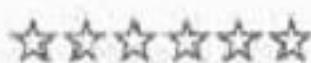
کبھی اے حقیقت خلتر! نظر آلیاں مجاز میں کہ ہزاروں بحدے ترپ دے ہے ہیں مری چین تیات میں
ٹو بچا بچا کے نہ رکھا اے، ترا آئیںہ ہے دہ آئیںہ کر ٹکٹہ ہو تو عزیز تر ہے نکاہ آئیتہ ساز میں
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
نہ وہ غرائزی میں ترپ دہی، نہ وہ خم ہے زلف ایا ز میں جو میں سر بسجدہ ہوں ابھی تو ز میں سے آئے الگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

☆☆☆☆☆

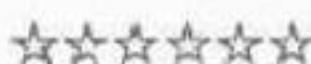
عقل کو تنقید سے فرست نہیں عشق پر اعمال کی پیاد رکھ
اے مسلمان! ہر گھری چیش نظر آئی "لا تُنْكِثِ الْيَعَاذْ" رکھ

ظریفانہ

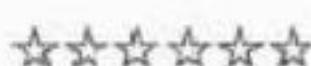
لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈخوپڑ لی قوم نے فلاج کی راہ
روشِ مغربی ہے مد نظر وضعِ شرق کو جانتے ہیں مگناہ
یہ ذرا ما دکھائے گا کیا میں پورہ اُٹھنے کی خستہ ہے لگاہ



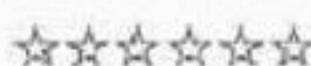
شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حاوی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بد نہن ہو گئے
وعظ میں فرمادیا کل آپ نے یہ صاف صاف
”پورہ آخر کس سے ہو جب مردہ زن ہو گئے“



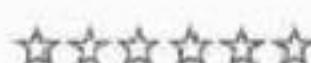
میرا یہ حال، نوٹ کی نو چا تا ہوں میں اُن کا یہ حکم، دیکھا! ہرے فرش پر نہ رویگ



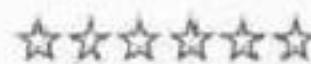
کچھ غم نہیں جو حضرت واعظ ہیں بھگ دست
تہذیبِ فو کے سامنے سراپا ناخ کریں
رو چہار میں تو بہت کچھ لکھا گیا
تر دیدجھ میں کوئی رسالہ رسم کریں



تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!
دفعہِ مرض کے واسطے پل، پیش کیجیے
تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض
دل چا ہتا تھا ہڈیہ دل پیش کیجیے
بد لا زمانہ ایسا کہ لڑکا پیں از سین
کہتا ہے ماسٹ سے کہ ”بل پیش کیجیے!“



انہا بھی اس کی ہے؟ آخر خریدیں کب تک
چھتریاں، ٹوپال، مظاہر، بیچہن چاپاں سے
اپنی غفلت کی بھی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسال کامل سے، گفن جاپاں سے



”اصل شہرو دشمن و مشہود ایک ہے“
غالب کا قول تھے ہے تو پھر تو کر غیر کیا
گیوں اے جناب شیخ! مُسْتَأْنَ آپ نے بھی کچھ
کہتے تھے کہے والوں سے کل لعل ذمہ کیا
تم پڑھتے ہیں مسلم عاشق حراج سے ہے تو برہمن سے مُرد کیا!

☆☆☆☆☆

تاواں تھے اس قدر کہ نہ چاٹی عرب کی قدر
حاصل ہوا بھی، نہ بیچے مار پیٹ سے
مغرب میں ہے جہاڑ بیباں فخر کا نام
ترکوں نے کام کچھ نہ لیا اس قلیٹ سے

☆☆☆☆☆

رات پھر نے کہہ دیا مجھ سے ماجرا اپنی ناتائی کا
مجھ کو دیتے ہیں ایک نو مر لہو چلہ شب بھر کی تھت کامی کا
اور یہ بسو، دار، بے زحمت لی گیا سب لہو اسای کا

☆☆☆☆☆

یہ آیہ نو جمل سے نازل ہوئی مجھ پر
جگہ میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا
کیا خوب ہوئی آشی شیخ و برہمن
اس جگہ میں آخر نہ یہ رہا رانہ وہ جیتا
منہ ر سے تو پیزار تھا پہلے ہی سے بُدری
مسجد سے لہا نہیں خدی ہے مسجد!

☆☆☆☆☆

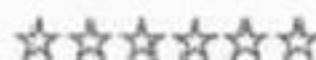
نکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز
دوںوں یہ کہہ رہے تھے، مرا مال ہے زمیں
کہتا تھا وہ، کرے جو زراعت اُسی کا کھیت
بُولی مجھے تو ہے نقط اس بات کا یقین
پہ چھاؤ میں سے میں نے کہہ ہے کس کا مال ٹو
جو زیر آسمان ہے، وہ وَصْرَلَ کا مال ہے
مالک ہے یا مزارع شوریدہ حال ہے

☆☆☆☆☆

انھا کر پھیک دو باہر گل میں
نئی تہذیب کے اٹھے ہیں گندے
الکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بناۓ خوب آزادی تے پھندے
میاں نجار بھی چھیلے کے ساتھ
نہایت تنز ہیں یورپ کے رندے



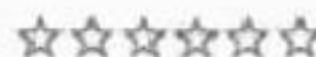
کارخانے کا ہے ماں مردک ناکرده کار
بیش کا پتلا ہے، محنت ہے اسے نا ساز گار
حکم حق ہے لیس للافسانِ الامانی



شنا ہے میں تے، کل گل تکو تھی کارخانے میں
پُرانے جھوپڑوں میں ہے تھکانا دست کاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہاں بنایا
کوئی اس شہر میں سکیے نہ تھا سرمایہ داروں کا



مسجد تو بناوی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پہانا پانی ہے، برسوں میں تمہاری بین نہ سکا
کیا خوب امیر فیصل کو سوہی نے پیغام دیا
ٹو ٹام و نسب کا جائزی ہے، پر دل کا جائزی بین نہ سکا
تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر گیال گدت اسی رو نے میں
جب ٹون چکر کی آسیزش سے انگک پیازی بین نہ سکا
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بین نہ سکا
اقبال پڑا اپدیک ہے، من یا توں میں موہ لیتا ہے

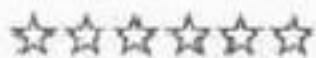


بالِ جبریل

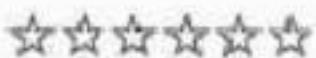
آنچہ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سو خندہ شام و سفر تازہ کریں
مہول کی پتی سے کٹ سکا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلامِ زم و نازک بے اثر

حصہ اول

میری نوائے شوق سے شور گزی ہدایت میں
غلطہ ہائے الامان مجھ کے صفات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
خور و فرشتہ ہیں اسی میرے تخلیات میں
میری قفال سے رستگار کعبہ و سو منات میں
گچھے ہے میری بخشش دی و حرم کی نقش بند
گاہ مری نگاہ نیز جھر گئی دل و ہود
گاہ آجھ کے رہ گئی میرے تو ہات میں
ٹونے یہ کیا غصب کیا، بھوکی بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سیبہ کائنات میں!



اگر کچھ رو ہیں انجمن، آسائی تیرا ہے یا میرا؟
مجھے لکھ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطاکس کی ہے یا رب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟
اے صبح اذل انکار کی بحرات ہوئی کیوں
مجھے معلوم کیا، وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟
اے صبح اذل انکار کی بحرات ہوئی کیوں
کمریہ حرفاں شیریں ترجماء تیرا ہے یا میرا؟
اے صبح اذل انکار کی بحرات ہوئی کیوں
اوالی آدم خاکی زیاد تیرا ہے یا میرا؟
اوالی آدم خاکی زیاد تیرا ہے یا میرا؟



قطعہ

ترے شش میں مے باقی نہیں ہے تھاں کیا ٹو مرا ساتی نہیں ہے
سمدر سے ملے پیا سے کو شہنم بخیلی ہے یہ رزانی نہیں ہے



گیوئے تاپ دار کو اور بھی تاپ دار کر
ہوش و خرد پنکار کر، قلب و نظر پنکار کر
عشق بھی ہو جاپ میں، حسن بھی ہو جاپ میں
یا تو خود آپنکار ہو یا مجھے آپنکار کر
ٹو ہے بھپت بے کراں، میں ہوں قرایی آنکھوں
یا مجھے ہمکار کر یا مجھے بے کنار کر
میں ہوں خرف تو ٹو مجھے گوہر شاہوار کر
میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے ٹھبر کی آبرو
اس دمِ نیم سوز کو طائر کب بہار کر
نفر تو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
کار جہاں دراز ہے، اب میرا انتشار کر
باخ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا گیوں
آپ بھی شرمسار ہو، مجھے کو بھی شرمسار کر
روزِ حساب جب مرا پیش ہو رفر گل



خطر پند طبیعت کو ساز مگار نہیں
وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صاد
مقامِ شوق ترے ٹد سیوں کے بیس کا نہیں
انھی کا کام ہے یہ چن کے حوصلے ہیں زیاد



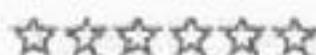
کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
وہ عشق جس کی شمعِ بُجھا دے اجل کی پھونک
میری بساط کیا ہے، تب و تاب یک نفس
شعلے سے بے محل ہے اُبھنا شرار کا
کر سہلے چھپ کو زندگی جاوداں عطا
پھر ذوق و شوق دیکھے دلوں بے قرار کا
کائنات وہ دے کہ جس کی گھنک لا زوال ہو!

مرپائی

دولوں کو مرکز ہبر و دقا کر حريم کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے ٹونے اُسے باؤنے حیدر " بھی عطا کر

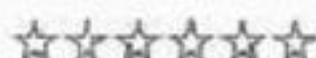


کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راعی کو
کلک سی ہے جو سینے میں، غم منزل نہ بن جائے
عروج آدم خاکی سے انجنم سہے جاتے ہیں گریے تو ٹا ہوتا را مکالم تھے، ان جائے



وہی آب دکل ایراں، وہی تحریر ہے ساتی
ذرا فرم ہو تو یہ مٹی بہت زوختز ہے ساتی
بہا میری تو اگی دولت پرویز ہے ساتی

نہ اٹھا پھر کوئی روی یغم کے لالہ زاروں سے
نہیں ہے تا امید اقبال اپنی کشید ویراں سے
نقیر راہ کو بخشنے گے اسرابو سلطانی



ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساتی!
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساتی
شخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساتی
رہ مجھے حصوں د ملا کے غلام اے ساتی
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساتی
ترے پیانے میں ہے ماہ تمام اے ساتی!

لا پھر اک بار وہی باوہ وجام اے ساتی
تمن سو سال سے یہی ہند کے بیٹانے بند
مری بیانے غزل میں تھی ذرا سی باقی
شیر مردوں سے ہوا پیشہ تحقیق تھی
عشق کی تنقی چکر وار اٹوائی کس نے
ٹو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ



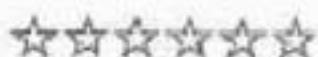
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی
یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جیتنے کی پابندی
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی
سکھائے کس نے اس عیل کو آداب فرزندی
کہ خاک راہ کوئی نے بتا یا رازِ الوندی
کہ قدرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حتابندی

متاثر ہے بہا ہے درد و سور آرزو مندی
ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دیتا، نہ وہ دنیا
گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ دہباش میں
یہ قیفان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
زیارت گاؤں اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
مری مشاٹکی کی کیا ضرورت خسین معنی کو



نہ ادائے کا فراغ، نہ تراشی آزدگانہ
صلوک شہید کیا ہے، حب و تاب جاو دانہ
نہ مگر ہے دوستوں کا، نہ شکایت زمات

یہ بُناں عصرِ حاضر کرنے ہیں مدد سے میں
مرے خاک و ٹوپی سے ٹونے یہ جہاں کیا ہے پیدا
تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں

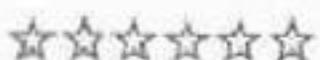


نہ چھین لذت آو سحرِ گنجی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تخلف کو الگات آمیز
زمانہ با تو تازو، تو با رماتہ سیز



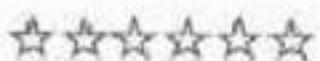
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمال تے نوازی
یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تیری کرشمہ سازی
کبھی سوز و ساز روئی، کبھی یقین و تاب رازی
اُسے کیا خبر کر کیا ہے رہ و تم شاہزادی
کوئی دلشاہ صدا ہو، مجھی ہو یا کہ تازی
یہ پہ کی تمعنی پازی، وہ نگہ کی تمعنی بازی
کہ امیر کا رداں میں نہیں ہوئے دل تو ازی

وہی میری کمِ اصیبی، وہی تیری بے نیازی
میں کہاں ہوں تو کہاں ہے، یہ مکاں کلامِ مکاں ہے؟
ای کلکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں
وہ فریب خورده شاہیں کہ پلا ہو کر گسوں میں
نہ زیاد کوئی غزل کی، نہ زیاد سے باخبر میں
تمیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
کوئی کارروائی سے نہ نہیں، کوئی بدگماں حرم سے

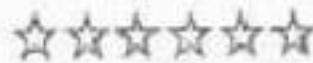


آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں
اک بودائی نیکوں کو آسمان سمجھا تھا میں
مہر و ماه و مشتری کو ہم عناءں سمجھا تھا میں
اس زمیں و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں
تحی فناں وہ بھی جسے ضبط فناں سمجھا تھا میں
جس کو آوانیِ رحلیٰ کارروائی دردناک

اپنی جolas گاہ زیر آسمان سمجھا تھا میں
بے جیابی سے تری نو ٹا ٹا ہوں کا طسم
کارروائی حکم کرفقا کے یقین و خم میں رہ گیا
عشق کی اک جست نے ملے کر دیا قصہ تمام
کہہ گئیں رازِ محبت پر وہ وار یہاۓ شوق
تحی کسی درمانہ رہروکی صدائے دردناک



اک داشتُ تورانی، اک داشتُ نہ بانی
اس سیکر خاکی میں اگ شے ہے، سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نکھرانی
اب کیا جو قفالِ میری پیچی ہے ستاروں تک
تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزلِ خوانی
ہو نقش اگر باطل، تکرار سے کیا حاصل
کیا تھجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی؟
مجھ کو تو سکھادی ہے افرگ نے زندیقی
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی؟
نقدرِ ٹکنِ ثوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے کہتے یہیں نقدرِ کا زندانی
دونوں کے صنمِ خاکی، دونوں کے صنمِ قانی



کیوں خوار ہیں مردانِ صناکش دہترِ مدد
یا رب! یہ جہاں گزرائی خوب ہے لیکن
دینما تو بھتی ہے فرجتی کو خداوند
گواں کی خدا ای میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ
اوکھتِ ٹھلِ ولالہ بخشنہ یہ خرے چند
تو بُرگِ گیا ہے عدعیِ ایلِ خود را
حاضر ہیں کلیسا میں کتاب و سے ٹھلوں
مسجد میں وحر اکیا ہے بُجھو موعظ و پند
حاکام ترے حق ہیں مگر اپنے مشر
تاویل سے گر آں کو بنا سکتے ہیں پاڑند
فردوسِ جو تیرا ہے، کسی نے نہیں دیکھا
افرگ کا ہر قریب ہے فردوس کی ماند
حدت سے ہے آوارہ افلاکِ مرائلر
کردے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند
قطرت نے بھجے بخشنے ہیں جو ہر ملکوں آی
خاکی ہیں مگر خاک سے رکھتا قبیس پیوند
درولیش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلتی، نہ صفا ہاں، نہ سر قند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے اہلہ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرقہ نہ
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
خاشاک کے تو دے کو کہے کوہ دمادوند

ہوں آتشِ نمرود کے فعلوں میں بھی خاموش
میں بندہ مومن ہوں، نہیں دانتہ اسپند
پھر رہ نہ سکا حضرت میزدہ میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا مدد بند!

☆☆☆☆☆

بھی شیخ حرم ہے جو پڑا کر حق کھاتا ہے
حضرت حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کرنے والے برپا

☆☆☆☆☆

وہی ہے صاحب امروز جس نے ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکلا گورہ فردا

☆☆☆☆☆

وہ ناتائے تبلیغ حتم ارسل مولاے بخل علیہ جس نے
غبارِ راہ کو بخشنا فر و غ دادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی فرگاں، وہی فرقاں، وہی سیسیں، وہی طڑا
ایجی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں نولوںے والا
شانی کے ادب سے میں نے غواصی تکی ورنہ

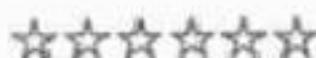
☆☆☆☆☆

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا کیا ہے بخوبی
خدا مجھے نفسِ جیریں دے تو کہوں
وہ خود قراحتی اخلاق میں ہے خوارِ ہندوں
ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
خودی کی موت ہے اندر یہ شہادتیں
حیات کیا ہے، قیال و نظر کی بیزوں بی
عجب ہزا ہے، مجھے لذتِ خودی دے کر
شیر پاک و نگاہِ بلند و سستی شوق
ستق ملا ہے یہ صرانچ مصطفیٰ علیہ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
کہ آرہی ہے دُمادم صدائے گن فیکوں
علاح آتش روی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرجیکوں کا نسوان
آسی کے فیض سے میرے سوہنے میں ہے جیکوں

☆☆☆☆☆

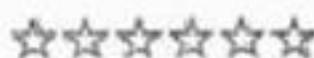
عصر و جواز سے گزر، پارس و شام سے گزر
خور و خیام سے گزر، پادہ و جام سے گزر
طائرک بلند پال، دانہ و دام سے گزر
تغییر، حال کی طرح عیش نیام سے گزر
ایکی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزرا

ٹو ابھی رہ گزر میں ہے، قید مقام سے گزر
جس کامل ہے بے غرض، اُس کی جزا کچھا در ہے
گرچہ ہے وکشا بہت حسن، فرجنگی بھار
کوہ شگاف تیری ضرب، تجھے سے گلہا شرق و غرب
ترًا امام بے حضور، تیری نماز بے مرد ر



مجھ کو پھر نخنوں پے آکانے لگا تریغ چن
اووے اووے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیلے پیلے
اور چپکاتی ہے اس موئی کو سورج کی کرن
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہزادے کہ بن
تن کی دنیا! تن کی دنیا مود و مودا، سکر و فن
ٹو اگر میرا نہیں بتتا تھا بن، اپنا تو بن
تن کی ولامت چھاؤں ہے، آتا ہے مون جاتا ہے مون
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
ٹو تھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا شے تن

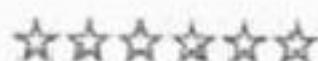
پھر چانغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دن
مکھوں ہیں صحرائیں یا پریاں قطار اندر قطار
برگ ٹکل پر رکھ گئی شبیم کا موئی پاد صح
حسن بے پروا کو اپنی بے نقاب کے لیے
من کی دنیا! من کی دنیا سوز و مسی چذب و شوق
اپنے من میں ڈوب کر پاجا سرائغ زندگی
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرگنی کا راج
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات



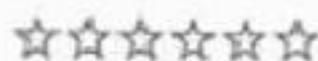
مردوت حسن عالم گیر ہے مردانِ عازی کا
سبق شاہیں پچوں گودے رہے ہیں خاکیازی کا
گر میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہیازی کا
فتوپ شہر قاروں ہے لفت ہائے ججازی کا

مسلمان کے لئے میں ہے سیقدل قوازی کا
ٹکاہت ہے مجھے یارب! خدا و مدان کتب سے
بہت حدت کے تجوروں کا انداز نکھ بدلنا
قلندر بُخو دو حرف لالہ کچھ بھی نہیں رکھتا

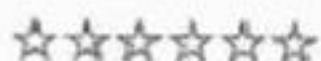
حمدہ بادا و جام آتی نہیں مجھ کو
شہ کر خارا فکاروں سے تقاضا شیشه سازی کا
کہچے چاپا رشا ہوں میں ہے تیری بے نیازی کا
گہاں سے ٹوٹنے اے اقبال سمجھی ہے یہ دروغی



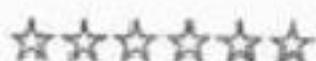
دل سوز سے خالی ہے، نکہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں بیب کیا کرتے ہے باک نہیں ہے
کیا موقی و ملا کو خبر میرے بخوبی کی
آن کا سر دامن بھی ابھی پاک نہیں ہے
عالم ہے فقط مومن جاں پاڑ کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لواک نہیں ہے



ہزار خوف ہو لیکن زبان ہودل کی رفت
بھی رہا ہے ازل سے قلندرؤں کا طریق
مریدِ سارہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق
بغل میں اُس کی ہیں اب تک بتان عہدِ حقیق
ہزار ٹھکر کر ملا ہیں صاحبِ تقدیق
مرے لیے تو ہے اقرارِ پاللسان بھی بہت
اغل میں اُس کی ہیں اب تک بتان عہدِ حقیق
اگر یہ عشق تو ہے گفر بھی مسلمانی

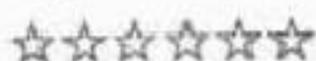


کافر ہے مسلمان تو نہ شانی نہ نقیری
مومن ہے تو کرتا ہے نظری میں بھی شانی
کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے شیخ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے ہانم نقیر مسلمان
مومن ہے تو وہ آپ ہے نقیرِ الہی



(قرطبه میں لکھے گئے)

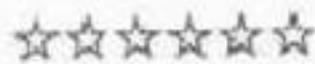
دہ سجدہ روج زمین جس سے کانپ جاتھی تھی اُسی کو آج ترسنے ہیں نمبر و محرب
 سُنی نہ مصر و فلسطین میں دہ اذان میں نے دیا تھا جس تے پہاڑوں کو رکھنے سے اب
 ہواۓ قرطبه شاید ہے یہ اثر تبرا مری نوائیں ہے سو زور و رہ عہد شباب



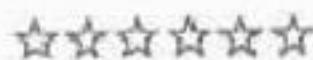
دل بیدار قاروئی دل بیدار کماری بس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
 دل بیدار پیدا کر کر دل خوابیدہ ہے جب تک نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری
 خداوندا یہ ترے سادہ دل یندے کھڑھ جائیں کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری
 مجھے تہذیب حاضر تے عطا کی ہے وہ آزادی کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، یاطن میں گرفتاری
 ٹوائے مولائے پڑھتے آپ میری چارہ سازی کر مری داش ہے افرگی، مرایہاں ہے زفاری



خش بیتاں سے ہاتھ انھا، اپنی خودی میں ڈوب جا قش و نگار ڈیر میں ٹون جگر نہ کر تک
 مثل کلم ہو اگر معرك آزم کوئی اب بھی درخت طور سے آتی ہے، باگ لاتھن
 خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ داش فرنگ ترمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف



زمستانی ہوا میں گردہ تھی شمشیر کی تیزی نجھوٹے مجھے سے لندن میں بھی آرائی سحرخیزی
 کہیں سرمایہ محتل تھی میری گرم سلفاری کہیں سب کو پریشاں کر سکتی میری کم آمیزی
 زمام کا را گر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا! طریق کو ہکن میں بھی وہی حلیے ہیں پرویزی
 چالو پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو خدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
 سو اور و مُتّه الکرے میں دلی یا د آتی ہے وہی عبرت، وہی عظمت وہی شان دل آویزی



یہ دیر ٹھہن کیا ہے، اتبار خس و خا شاک
مشکل ہے گز راس میں بے نالہ آتش تاک
فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں بکوں میرا
یا اپنا گر بیاں چاک! یا دامن یزداں چاک!

☆☆☆☆☆

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے دوہ قوم جس نے گتو ایا مٹاع تیموری
☆☆☆☆☆☆

عقل گو آستاں سے ذور نہیں اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
علم میں بھی سزاور ہے لیکن
کیا غصب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سزاور نہیں
اک بخوبی ہے کہ با شعور بھی ہے

☆☆☆☆☆

ترے مقام کو احمد شاہ سیا جانے کہ خاک زندہ ہے تو تابع ستارہ جمیں
تھیں، بہشت بھی ہے، خور و جریل بھی ہے تری نگہ میں ابھی شوٹی نظارہ جمیں

☆☆☆☆☆☆

یہ پوام دے گئی ہے مجھے باد شج گاہی
تری زندگی اسی سے، ترمی آبرو اسی سے
نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم ٹونے
مرے حلقة ختن میں ابھی زیر تربیت ہیں
یہ معاملے ہیں نازک، جو تیری رضا ہو تو کر
ٹو ہما کا ہے ٹھکاری، ابھی ابتدا ہے تیری
ٹو عرب ہو یا عجم ہو، ترا "لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ"

☆☆☆☆☆

گھا تو گھوٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صداق "لا الہ الا اللہ"
خودی میں ٹھم ہے خدائی، تلاش کر عاقل!
بھی ہے تیرے لیے اب اصلاح کا رکی راہ
حدیثِ دل کسی درویش بے گھیم سے پہنچے
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ
مرہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
بہاں فقط سر شاہین کے واسطے ہے کاہ
آغاہ میں مدرسہ و خانقاہ سے فہم تاک
نہ زندگی نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

☆☆☆☆☆

فرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہر اگ مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں
گراں بہا ہے تو حفظ خودی سے ہے ورنہ
گھر میں آب گھر کے سوا کچھ اور نہیں
گروں میں گردش خون ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوز جگہ کے سوا کچھ اور نہیں
بڑا کریم ہے اقبال بے تو ایکن
عطائے فعلہ شر کے سوا کچھ اور نہیں

☆☆☆☆☆

نگاہ نظر میں شانِ سکندری کیا ہے!
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے!
بھول سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نو امیدی
بھجھے بتا تو سکی اور کافری کیا ہے!
فلک نے اُن کو عطا کی ہے خواجهی کے جنیں
جنیں روشنی بندہ پروردی کیا ہے!
قطع نگاہ سے ہوتا ہے قیبلہِ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوغی تو دلبری کیا ہے!
اسی خطہ سے عتا بی ملوك ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مالِ سکندری کیا ہے!
خودی کی موت ہو جس میں وہ سُکندری کیا ہے!
خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!

☆☆☆☆☆

جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے
تر اسخنے کے ہے بھرے کہاں کے لیے!
رسی گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے
بھی ہے رخت سفر میر کا روان کے لیے
بڑھا دیا ہے نقطہ نسب داستان کے لیے
تھہ تو نہیں کے لیے ہے، تھہ آستان کے لیے
وہے گارادی و نہل و فرات میں کب تک
نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
گکھ بلند، بخشن دل نواز، جاں پہ سرد
ذراسی بات تھی، اندریشہِ عجم نے اسے

☆☆☆☆☆☆

مری نوائے پریشاں کو شاعری تھہ سمجھ
گہ میں ہوں محروم واقعہ ڈروں میکانہ
☆☆☆☆☆☆

کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر
سو تو تب و تاب اول سو تو تب و تاب آخر
شمیش روشنال اول، خاؤں درباب آخر
ہو جاتے ہیں سب دفتر غرقی سے تاب آخر
چھپنے کو ہے بکلی سے آغوش سحاب آخر
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر
افلاک سے آتا ہے ہالوں کا جواب آخر
احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
میں تجھ کو پتا تا ہوں، تقریرِ اُم کیا ہے
کیا دبندہ نادر، کیا شوکتِ یوری
خلوت کی گھری گزری، جلوت کی گھری آئی
تحا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا

☆☆☆☆☆☆

ہر شے مسافر، ہر چیز رانی
کیا چاہد تارے، کیا مرغ د مانی
ٹو مرد سیداں، ٹو میرنگر
کچھ قدر اپنی ٹونے تھے جانی
یہ بے سوادی، یہ کم نکاہی!
دنیائے ڈوں کی کب تک قلامی
یا راہبی کر یا پادشاہی
ہر حرم کو دیکھا ہے میں نے
کروار یہے سوت، ٹھنڈار داعی

☆☆☆☆☆☆

ہر چیز ہے مجھ خود نہیں کیریا
بے ذوق تمود تندگی، موت
رالی زور خودی میں ہے خدائی
یہ پھکٹے پھر کا ترزو چاند
بے راز و نیاز آشنا

☆☆☆☆☆

اجاز ہے کسی کا یا اگر دش زمانہ!
تمجھ آشیاں سے ملتے یہ راز پایا
یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
غافل نہ ہو خودی سے، کر اپنی پاسانی
اے لا الہ کے وارث! باقی نہیں ہے تمہیں
تیری لگاہ سے دل سینوں میں کا نپتے تھے

☆☆☆☆☆

کہ میں اس انگریزی میں رہتا ہوں، میری اختاکیا ہے
خدا بندے سے خون پڑ جائے، بتا تیری رضاکیا ہے
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کہریا کیا ہے
خدا یا جس خطا کی یہ سزا ہے، وہ خطا کیا ہے!

فرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
اگر ہوتا وہ مجد و بی فرجی اس زمانے میں
نوائے صحیح گاہی نے جگرئوں کر دیا میرا

☆☆☆☆☆

ٹھیک ہے یہ غلاموں پر اسرار شہنشاہی
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آؤ سحر گاہی
کم کوش تو یہ لیکن بے ذوق نہیں رہتی

جب عشق سکھا ہے آزادی خود آگاہی
عطار ہو، روگی ہو، رازی ہو، فرامی ہو
لو مید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ!

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں گوتا ہی
ہو جس کی فتحی میں نوئے آندہ الٰہی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روپا ہی
اے طاخِ حلاہوئی! اُس رزق سے موت اچھی

☆☆☆☆☆

حکم اے رہرد کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا
یہ تاداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا
وہ محفلِ آنحضرتی جس دم تو جو ہے تک دورِ حرام آیا
یا کمر دن آساتھا، تن آسانوں کے کام آیا
بڑی حدت کے بعد آخر دہ شاہین زبرداس ایسا
جسے آہِ فقاں نہ شب کا پھر چاہم آیا
یہ صرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
چل، اے میری غریبی کا تاشاد بکھنے والے
دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
ای اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں

☆☆☆☆☆

فطرت کو خود کے رو برو کر تعمیر مقامِ رنگ و بو کر
ٹو اپنی خودی کو کھو چکا ہے کی جستجو کر

☆☆☆☆☆

عیشِ منزل ہے غرباں محبت پر حرام سب مسافر ہیں، بظاہر انظر آتے ہیں متمم

☆☆☆☆☆

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تھی، زندگی سے نہیں یہ فنا نہیں یہاں سکردوں گارداں اور بھی ہیں
قیامت نہ کر ہائی رنگ و نو پر چن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھو گیا اک نیشن تو کیا غم مقامات آہ و فقاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا کہ تیرے زمان د مکاں اور بھی ہیں
گئے دن کہ تھا تھا میں انجمیں میں یہاں اب مرے رواز داں اور بھی ہیں

☆☆☆☆☆

اگر ہو عشق سے محکم تو خوں و اسرائیل
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مٹل فلیل
ترے لیے ہے مرا فعلہ تو اقتدیل
نہایت اس کی حُسین، ابتدا ہے المعلق

☆☆☆☆☆

خانقا ہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟
کوئی اس قائلے میں قائلہ سالار بھی ہے
اس زمانے میں کوئی حیدر گرادر بھی ہے؟
لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے
ست بیاد بھی ہے، آیہ دیوار بھی ہے!
مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
منزل راہروال دُور بھی، دشوار بھی ہے
بڑھ کے خبر سے ہے یہ محركہ دین دوطن
علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لیے
پیر میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوان فرگ

☆☆☆☆☆

عکس اُس کا مرے آئینہ اور اُس میں ہے
تیری تقدیری مرے نالہ بے باک میں ہے
یا ذرا تم ابھی تیر خس و خاشک میں ہے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے
ثُمر چاؤ بھی ہوئی تقدیر کے چھاک میں ہے
حادثہ وہ جو ابھی پرده افلک میں ہے
نہ ستارے میں ہے نے گردش افلک میں ہے
یا حری آہ میں کوئی شرب زندہ نہیں
کیا عجب میری نواہائے سحر گاتی سے
توڑ ڈالے گی بھی خاک طسم شب و روز

☆☆☆☆☆

سماں کاتھ دو عالم میں مرد آفانی
جن میں تھغ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کاہر تر یا تی
عزیز تر ہے متاع امیر و سلطان سے

☆☆☆☆☆

عروسِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلتوں افلاک
بھی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغِ روشن و دل تیرہ دنگہ بے ہاک
کے خبر کہ مجھوں بھی ہے صاحبِ اوراگ
زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
جہاں تمام ہے میراثِ مردِ مومن کی
مرے گلام یہ تخت ہے کنٹہ لولاگ

☆☆☆☆☆

نہ تختِ دیوانِ میں نے لٹکر دسپاہ میں ہے
جو ہاتِ مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
ضم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے غلیل
یہ نگہ دہ ہے کہ پو شیدہ ۱۰۱ لاٹھ میں ہے
وہی جہاں ہے ترا جس کو ٹوکرے پیدا
یہ سُنگ و خشت نہیں، جو تیری لگاہ میں ہے
وہ نشستِ خاکِ ابھی آوارگانہ راہ میں ہے
مددِ ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا
خبرِ طی ہے خدا یاں بجزہ بد سے مجھے
فریگ رہ گزر بیل بے پناہ میں ہے
تلائیں اس کی فضاؤں میں کرتھیب اپنا
چہاں تازہ بڑی آہِ سمجھگاہ میں ہے

☆☆☆☆☆

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مری لگاہِ حصیں سوتے کوئہ د بخداو
یہ مدرسہ، یہ جمال، یہ شرودِ رعنائی
انھی کے دم سے ہے میخانہ قریگ آباد
نہ قلغمی سے، نہ ملا سے ہے غرضِ مجھ کو
یہ دل کی موت، وہ اندریہ و نظر کا قساد
نقیبِ شہر کی تحقیر! کیا مجالِ مری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی گشاد
کیے ہیں قاشِ رموزِ قلندری میں نے
کہ قلیرِ مدرسہ و خانقاہ ہو آزار
یہی کے غاقوں سے نوٹا نہ برہمن کا ٹلسما
عصمان ہو تو کلیسی ہے کا کو بے ہنیار

☆☆☆☆☆

گی حق سے فرشتوں نے اقبال کی نمازی
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلانگی
اسکولائی فرشتوں کو آدم کی ترب اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آداب خداوندی!

☆☆☆☆☆

دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا ٹو بھی نمازی!
میں جانتا ہوں انجام اس کا جس سر کے مل ملا ہوں غازی
ترکی بھی شیریں، تازی بھی شیریں
ٹو زندگی ہے پاہنچگی ہے یا تو چکھ، سب خاک ہازی

☆☆☆☆☆

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عای
حقیقتِ ابدی ہے مقام شیری
عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کر دیں
شکوہ سخن و فتن جنید و بسطائی

☆☆☆☆☆

وہے نہ ایک وغوری کے سر کے باقی ہیش تازہ و شیریں ہے تنہ خرد

☆☆☆☆☆

میں نے پایا ہے اُسے اٹک بھر گاہی میں
جس دُرتاب سے خالی ہے صدق کی آغوش
نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گللو نہ قردوش!

☆☆☆☆☆

ہے یاد مجھے نکلتے سلمان خوش آہنگ
چینے کا جگہ چائے، شاہیں کا تجسس
کر بھیل و طاؤس کی تھیڈ سے تو بہ
بھیل نیٹ آواز ہے، طاؤس نیٹ رنگ!

☆☆☆☆☆

کمال جوش بخوبی میں رہا میں گرم طواف خدا کا ٹھکر سلامت رہا حرم کا غلاف
یہ اتفاق مبارک ہو صوتیں کے لیے کہ یک زبان ہیں فقیہان شہر میرے غلاف
ترپ رہا ہے فلاطوں میان غیب و حضور ازل سے اہل خروج کا مقام ہے احراف

☆☆☆☆☆☆

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا سائل نظری میں آنحضرت گیا ہے خطیب
منا ہے میں نے تھن رس ہے ٹرکِ مٹان مٹانے کون اسے اقبال کا یہ شعر غرب
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا ستارے جن کے لشمن سے یہ زیادہ تربیت ا

☆☆☆☆☆☆

قطعہ

امدادیں بیال گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
یا ذمہ دار افلاک میں تکمیر مسلل یا تاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ نہیں مردان خود آگاہ و خدمت یہ نہیں ملا و جمادات و نیاتات

☆☆☆☆☆☆

رُباعیات

خلام بھر میں کھو کر سنپل جا ترپ جا پیچ کھا کھا کر پدل جا
ثینیں ساہل تری قسمت میں اے موج ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا!

☆☆☆☆☆☆

یقین میں طیل آتش نشیں یقین ، اللہ مستی ، خود ٹھوینی
کن ، اے تہذیب حاضر کے گرفتار غلامی سے بڑا ہے بے یقینی

☆☆☆☆☆☆

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی
نکھلے آئودہ احمداء افریق طبیعت غرتوں قست ایازی!

☆☆☆☆☆

ہر اک ذرے میں ہے شاید نہیں دل اسی روشن دل فردا ہے دل لیکن غلام بگردش دو ماں نہیں دل

☆☆☆☆☆

تراء اندیشہ افلاکی نہیں ہے تری پرواز لولائی نہیں ہے
یہ ماں اصل شانی ہے تیری تری آنکھوں میں ہے پاکی نہیں ہے

☆☆☆☆☆

نہ سون ہے نہ سون کی امیری رہائونی ، گئی روشن فضیری خدا سے پھر وہی تکب و نظر مانگ نہیں ممکن امیری بے فضیری

☆☆☆☆☆

خودی کی جلوتوں میں مُعطفاری خودی کی ٹلوتوں میں کیریائی زمین و آسان وگری و عرش خودی کی زدمیں ہے ساری ہدائی!

☆☆☆☆☆

نگہ انگھی ہوئی ہے رنگ و نویں خود کھوئی گئی ہے چار سو میں نہ سچوڑ اے دل نفاذِ صمیگاہی اماں شاید ملے اللہ ہو میں!

☆☆☆☆☆

جمالِ عشق و مسی نے نوازی جلالِ عشق و مسی بے تیازی کمالِ عشق و مسی طرفہ حیدر زوالی عشق و مسی حرفہ رازی

☆☆☆☆☆

وہ میرا روتی محفل کہاں ہے مری بکلی ، مرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں خدا جانے مقام دل کہاں ہے!

☆☆☆☆☆

سوارناقہ و محمل نہیں میں نشانِ جادہ ہوں، منزل نہیں میں
مری تقدیر ہے خاشاک سوزی فتنہ بکلی ہوں میں حاصل نہیں میں

☆☆☆☆☆

ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے ترا دم گری محفل نہیں ہے
گزرِ جاھل سے آئے کہ یہ نورِ چدائی راہ ہے، منزل نہیں ہے

☆☆☆☆☆

ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو فردیغ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صدیزیوں افرشۂ دخور کہ شامنین شہ لولاک ﷺ ہے تو!

☆☆☆☆☆

محبت کا بکون باقی نہیں ہے مسلماتوں میں ہوں باقی نہیں ہے
صھپیں کج، دل پریشاں، سجدۂ بے ذوق کے جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

☆☆☆☆☆

خودی کے قدر سے دُنیا پر چھا جا مقامِ رنگ دُنہ کا روات پا جا
ہرنگِ دھر ساحل آٹا رہ کف ساحل سے راکن کھینچا جا

☆☆☆☆☆

جو انوں کو مری آؤ سحر دے پھران شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدا یا! آرزو میری بھی ہے مرا نورِ بصیرت عام کروے

☆☆☆☆☆

تری دنیا جہان مرغ و ماتھی مری دنیا نخان سمجھاتی
تری دنیا میں تھیں حکوم و مجبور مری دنیا میں تیری پادشاہی!

☆☆☆☆☆

کرم تیرا کے بے جوہر نہیں میں غلام طفل و سجنر نہیں میں
جہاں بھی مری قدرت ہے لیکن کسی جمیلہ کا ساغر نہیں میں

☆☆☆☆☆

کبھی آوارہ دبے خانماں عشق کبھی شاہ شہاں نوشیداں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرد پوش کبھی گریان و بے شق و نیاں عشق!

☆☆☆☆☆

کبھی تھائی کوہ و دن عشق کبھی سوزو سرور و اجمن عشق
کبھی سرمایہ محراب و منبر کبھی مولا علیٰ خیر شکن عشق!

☆☆☆☆☆

عطا اسلاف کا چذب ذروں کر شریک زمرہ لا یخڑؤون کر
خروں کی گھٹیاں سلیمان چکا میں مرے مولا مجھے صاحب بخون کرا

☆☆☆☆☆

یہ ٹکڑے میں نے سیکھا تو احسن سے کہ چاں مرتی نہیں مرگ بدن سے
چک سورنج میں کیا باقی رہے گی اگر بیزار ہو اپنی کرن سے!

☆☆☆☆☆

خدائی اہتمام خلک و تر ہے خداوند! خدائی درو سر ہے
ولیکن بندگی ، استغفار اللہ! یہ درو سر نہیں، درو جگر ہے

☆☆☆☆☆

سکی آدم ہے سلطان بحر و بر کا
نہ خود پیں، نے خدا پیں، نے جہاں میں ہیں شہکار ہے تیرے ہنر کا!

☆☆☆☆☆

دِم عارف شیم محمد ہے اسی سے ریشہ حق میں نہ ہے
اگر کوئی شبیب آئے میر شبانی سے کلیسی دو قدم ہے

☆☆☆☆☆

رگوں میں وہ نہو باقی نہیں ہے وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
تماڑ د روڑ د قربانی د حج سب یاتی ہیں، تو باقی نہیں ہے

☆☆☆☆☆

گھٹے چاتے ہیں اسرار نہانی کیا دور حدیث لن ترانی!
ہوئی جس کی خودی پہلے نہدار وہی صہدی، وہی آخر زمانی!

☆☆☆☆☆

ترانِ روح سے نا آشنا ہے عجب کیا! آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بزار ہے حق خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے!

☆☆☆☆☆

وُعا (مسجد قرطبه میں لکھی گئی)

ہے بھی میری نماز، ہے بھی میرا وضو	میری نواویں میں ہے میرے جگر کالا
صحبتِ اہل صفا، ثور و حضور و سرور	سر خوش و پُرسون ہے لالہ لپ آہنگ
ساتھ مرے رہ گئی ایک مری آرزو	ما و محبت میں ہے کون کسی کا رفت

اپنے لیے لامکاں، بیرے لیے چار سوا
تلخہ و شر کی اور حقیقت ہے گیا

☆☆☆☆☆

مسجد قرطیہ (ہبائیہ کی سرز میں بالخصوص قرطیہ میں لکھی گئی)

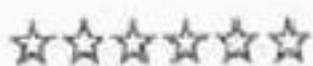
سلسلہ روز و شب، اصل حیات وہمات
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
جس سے دکھاتی ہے ذات تیر و بم ممکنات
نقشِ ٹھنڈن ہو کہ تو، منزل آخر نا
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام
عشق ہے اصل حیات، سوت ہے اس پر حرام
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کامِ الکرام
عشق ہے ابنِ اسبیل، اس کے ہزاروں مقام
عشق سے ثور حیات، عشق سے نار حیات
عشق سراپا دوام، جس میں نہیں درفت و یود
مجز، فن کی ہے ٹون گجر سے سور
ٹون گجر سے صداسو ز و سُر و رو مردود
گرچہ کف خاک کی حد ہے پسہر کہو
اس کو میر نہیں سو ز و گداز سور

سلسلہ روز و شب، نقشِ مگر ہادیات
سلسلہ روز و شب، تارِ حریر دوستگ
سلسلہ روز و شب، سازِ ازل کی فقاں
اول و آخر ققاں، باطن و ظاہر نا
ہے مگر اس نقش میں رجیک ثبات دوام
مرد خدا کا عملِ عشق سے صاحب فردغ
عشقِ دم، جبرئیل، عشقِ دل، مصطفیٰ ﷺ
عشقِ وستی سے ہے پیکر بگل تا بناک
عشقِ نقیبِ حرم، عشقِ امیرِ وجود
عشق کے مهزاب سے نغمہ تارِ حیات
اے حرم قرطیہ! عشق سے تیرا وجود
رجیک ہو یا نجاشت دستگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
ظرۂ ٹون گجر سل کو ہاتا ہے دل
عرشِ معلیٰ سے کم حیدر آدم نہیں
پیکرِ سوری کو ہے مجده میسر تو کیا

دل میں صلوٰۃ و درود، لب پر صلوٰۃ و درود
 نعم اللہ ہو! میرے رُگ و پے میں ہے
 وہ بھی جلیل و جیل، تو بھی جلیل و جیل
 شام کے سحرا میں ہو بھیتے ہجومِ خلیل
 تیر ا منار پلندہ جلوہ کسہ جرسکل
 اس کی اذانوں سے قاشِ سرگیم و خلیل
 اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبیوں کا گدراز
 غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز
 ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
 اسکی ادا دل فریب اسکی ٹگہ دنواز
 رزم ہو یا یزم ہو، پاک دل و پاک پاک
 حلقة آفاق میں گری مخلل ہے وہ
 قلبِ مسلمان میں ہے، اور نہیں ہے کہیں
 حاملِ حقِ عظیم، صاحبِ صدق و یقین
 ظلمتِ بورپ میں تھی جن کی خرو راہ تھیں
 خوش دل و گرم اختلاط، سادہ و روشن جیسیں
 اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل تکیں
 رنگِ جماز آج بھی اس کی نواویں میں ہے
 آہ کہ صدیوں سے ہے تیری قضاۓ ازاں
 حق بلا خنز کا قائلہ سخت جاں

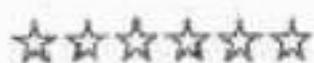
کافر ہندی ہوں میں، وکیلہ مرا ذوق و شوق
 شوق مری لے میں ہے، شوق مری تے میں ہے
 تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل
 تیری ہنا پاکدار، تیرے سخون بے شمار
 تیرے در و جام پر وادیِ ایمن کا نور
 مت نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کرے
 تجھ سے ہوا آشکار بند و مومن کاراز
 ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
 خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات
 اسکی اسید میں قلیل، اسکے متاصدِ جلیل
 زم دم گفتگو، گرم دم ججتو
 مخل کی منزل ہے وہ مشق کا حاصل ہے وہ
 ہے تگڑوں اگر خسن میں تیری نظر
 آہ وہ صردان حق اوه عربی شکوار
 جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب
 جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندری
 آج بھی اس دلیں میں عام ہے چشم غزال
 ہوئے یعن آج بھی اس کی ہواویں میں ہے
 دیدہِ انجمن میں ہے تیری نہیں، آسمان
 گون سی وادی میں ہے، گون سی منزل میں ہے

جس فرانسیں بھی دیکھے چکی انقلاب
 جس سے ڈگر گوں ہوا مفتریوں کا چہار
 ملٹری روی نژاد ٹھہر پرستی سے پھر
 لذتِ تجدید سے وہ بھی ہوئی پھر جہاں
 زوجِ مسلمان میں ہے آج وہی اضطراب
 رائےِ خدائی ہے یہ کہ نہیں سختی زیاد
 سادہ دپڑ سوز ہے ذخیرہ دہنائی کا گیت
 کشی دل کے لیے مل بے عہد شباب
 آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی
 دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
 عالمِ نو ہے انہی پروہ تقدیر میں
 میری نکاحوں میں ہے اس کی محربے جماب
 پر وہ اٹھا دوں اگر چہرہ انکار سے
 لانہ کے گا فرنگ میری نوازوں کی تاب
 جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
 زوجِ اُم کی حیاتِ کشمکش انقلاب
 خورست شمشیر ہے دستِ لفڑا میں وہ قوم
 کرتی ہے جو ہر زماں اپنے مل کا حساب
 نقشِ ہیں سب نا تمام ہون جگر کے بغیر
 لغہ ہے سودائے خام ہون جگر کے بغیر



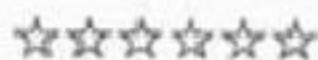
قید خانے میں معتمد کی فریاد

اک نفان بے شر رینے میں باقی رہ گئی
 سوز بھی رخصت ہوا، جاتی رہی تاشیر بھی
 مرد بزرگداں میں ہے بے نیزہ دشمنی آج
 میں پیشہ ہوں پیشہ ہے مری تقدیر بھی
 خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
 تھی اسی قولاد سے شاید مری شمشیر بھی
 جو مری تھی دو دم تھی، اب مری زنجیر ہے
 شوخ دیے پردا ہے کتنا خالق تقدیر بھی!



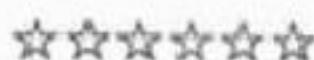
عبد الرحمن اول کا بیویا ہوا کھجور کا پہلا درخت سر زمین میں اندرس میں

میری آنکھوں کا ٹور ہے ٹو میرے دل کا صدر ہے ٹو
 اپنی داری سے ڈور ہوں میں میرے لیے تخلی ٹور ہے ٹو
 مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا صحرائے عرب کی خور ہے ٹو
 پردیس میں نا صبور ہوں میں پر دلیں میں نا صبور ہے ٹو
 غربت کی ہوا میں پارور ہو ساقی تیرا نیم سحر ہو
 سچ غربت میں اور چکا ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ
 مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کبیں ہے



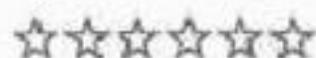
ہسپا شیہ (واپس آتے ہوئے ہسپانیہ کی سر زمین میں لکھے گئے)

ہسپا شیہ تو خونِ مسلمان کا ایں ہے ماتھہِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں
 پوشیدہ ترمی خاک میں مسجدوں کے نشان ہیں خاموش ازانیں ہیں تری پاد بحر میں
 روش تھیں ستاروں کی طرح ان کی ستانیں خیسے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
 پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے جا کی؟
 کیونکھر خس و خاشاک سے دب جائے مسلمان
 فرنا ط بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
 دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنایا بھی
 مانا، وہ تب و تاب تھیں اس کے شر میں
 تسلیکیں مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
 ہے دل کی تسلی نہ نظر میں، نہ خبر میں



طارق کی دعا (اندلس کے میدانِ جنگ میں)

یہ عازی، یہ تیرے پُر اسرار بندے
جیسیں تو نے بخشنا ہے ذوقِ خدائی
دوشیم ان کی نمکوکر سے صحراء دریا
ست کر پھاڑ ان کی بیت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے پیکاںہ دل کو عجب چیز ہے لدتے آشائی
شہادت ہے مطلوب و تصور مومن نہ مال غنیمت نہ شور غلشائی
خیاباں میں ہے مشترکالہ کب سے قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے
کیا تو نے صحراء قشیوں کو کیتا
طلبِ جس کی صدیوں سے تمی زندگی کو خیر میں، نظر میں، اذانِ حمر میں
ٹکڑا درد دل سمجھتے ہیں اس کو دہ سوز اس نے پایا انہی کے جگر میں
ہلاکت نہیں سوت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے وہ بخل کہ تمی نعمۃ لاہدر میں
عزائم کو سیشوں میں بیدار کر دے نگاہِ مسلمان کو تکوار کر دے

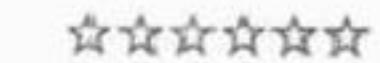


لینن (خدا کے حضور میں)

اک بات اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں حل کرنے کے جس کو ہیکیوں کے مقالات
جب تک میں چیا ختمہ اقلام کے نیچے کائیں کی طرح دل میں کھلکھلی رہی یہ بات
گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا جب رُوح کے اندر حلاطم ہوں خیالات
وہ کون سا آدم ہے کہ تو جس کا ہے معیود وہ آدم خاگی کہ جو ہے تیرے سمادات؟
مغرب کے خداوند سفیدان فرنگی مشرق کے خداوند درخشندر قیروات
یورپ میں بہت روشنی علم و فن ہے حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیوان ہے یہ ٹلمات

گر جوں سے کہیں بڑھ کے ہیں پنکوں کی شمارات
سوند ایک کالا گھوں کے لیے مرگ مقاجات
پہنچتے ہیں لہو، دیتے ہیں قلعیم سادات
کیا کم ہیں فرنگی حنیت کے نتوحات
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
احساسِ مروت کو ٹھیک دیتے ہیں آلات
تدبیر کو تقدیر کے شامتر نے کیا مات
بیٹھے ہیں اسی فکر میں عجائبِ خرابات
یا غازہ ہے یا ساغرہ مینا کی کرامات
ہیں تجھ بہت بندہ مزدور کے اوقات
ذینما ہے تری صنعتِ روزِ مکافات!

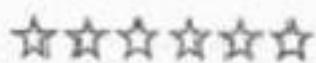
رعائی تغیر میں، رونق میں، صفا میں
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں ہوا ہے
یہ عالم، یہ حکمت، یہ طور، یہ حکومت
بے کاری و غریانی و مے خواری و افلاس
وہ قوم کہ قیضاں ساوی سے ہو محروم
ہے دل کے لیے موتِ مشینوں کی حکومت
آثار تو کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ آخر
یمانے کی بیاد میں آیا ہے تراؤں
چہروں پہ جو شرفی نظر آتی ہے سر شام
تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
کب زوبے گا سرمایہ پرستی کا سخینہ؟



فرشتوں کے گیت

نقش گر ازل، ترا نقش ہے نا تمام ابھی
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی
بندہ ہے کو چہ گرد ابھی، خوجہ بلند بام ابھی
عشقِ مگرہ کشائے کافیں تھیں ہے عام ابھی
آہ کہ ہے یہ تجھ تجھ پر دیگی، نیام ابھی!

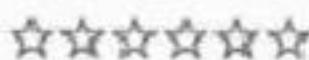
عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی
خلقِ خدا کی گھات میں بند و فقیر و میر و پیر
تیرے امیر مال مست، تیرے فقر حال مست
دانش و دین و علم و فن بندگی ہوس تمام
جو ہر زندگی ہے عشق، جو ہر عشق ہے خودی
جیاں ابھی!



فرمانِ خدا (فرشتوں سے)

کافی اُمرا کے در و دیوار پلا دو
لُجھٹک فرمایہ کو شاہیں سے لڑا دو
جو نقشِ لکھن تم کو نظر آئے مٹادو
اس کھیت کے ہر خوش گندم کو جلا دو
بیدان کلسا کو کلسا سے اٹھا دو
بہتر ہے چانغ حرم و دیر بُجھا دو
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو
آداب بخون شاعرِ مشرق کو سکھا دو!

اُنھو! مری دنیا کے غریبوں کو چلا دو
گرماؤ فلاںوں کا لہو سوتیقین سے
سلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جس کھیت سے دہقان کو میر نہیں روزی
کیوں خالق و تکلوق میں حائل رہیں پردے
حق رامبودے صنماء را بطورانے
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
تہذیب تویی کارگہ شیشہ گراں ہے



ذوق و شوق

بیٹھے ہیں کب سے ختکر ہل حرم کے سومنات
نے عربی مشاہدات، نے بُجی تخلیات
گرچہ ہے تاب دار ایجھی گیسوئے در جلد و فرات
عشق نہ ہو تو شرع دیں بُت کرد، تصورات
معزکہ و جود میں بدر و حین بھی ہے عشق
ملدید آگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
ذروہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
ختر جنید پائیزید تیرا جمال پے نقاب

کیا نہیں اور غزنیوی کارگہ حیات میں
ذکرِ عرب کے موز میں، فکرِ بجم کے ساز میں
قافلہ ججاز میں ایک حسین بھی نہیں
عقل و دل و لگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
صدقِ خلیل بھی ہے عشق، میر حسین بھی ہے عشق
لوح بھی ٹو، قلم بھی ٹو، تیرا وجہ و الگاب
عالمِ آب و خاک میں تیرے تکہر سے فرور غ
شوکت سخن و سیم تیرے جلال کی نہود

میرا قیام بھی جاپ، میرا گھوڑ بھی جاپ
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علمِ فحیل بے رُطْب
عشق تمام مصطفیٰ علیہ عقل تمام نہ لہب
وصل میں مرگ آرزو، تاجر میں الذت طلب
تازہ مرے ضیر میں معركہ کہن ہوا
عالیٰ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
عین وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ ہودی میری نگاہ یے ادب

☆☆☆☆☆

جاویدہ کے نام

خودی کے ساز میں ہے غر جاؤ داں کا سر راغ
یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحبِ متصور
ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراپ کر گئی شاہیں بچے کو صحیتِ زاغ
خدا کرے کہ جو اتنی تری رہے بے داغ
نہ سر سکانہ کسی خانقاہ میں اقبال کہ ہے تعریف و خوشِ اندیشہ و ہلکفتہ دماغ

☆☆☆☆☆

گردائی

ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا
کس کی غریانی نے بخشی ہے اسے ذریں تبا
تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی سیما
دینے والا کون ہے، مردِ غریب و بے توا
کوئی مانے یا نہ مانے، میر دشمن سب گدا!

مے کدے میں ایک دن اک ریڈزیرک نے کہا
ناج پہنایا ہے کس کی بے گلاہی نے اسے
اس کے آپ لاالہ گوں کی خون دہقاں سے کشید
اس کے نعت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
مالکے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خراج

☆☆☆☆☆

مُلَا اور مہشٹ

حق سے جب حضرت مُلَا کو مُلَا حکم بہشت
عرض کی میں نے، الٰہی! مری تقصیرِ معاف
خوش نہ آئیں گے اسے خورد شراب دلپ کشت
نہیں فردوس مقامِ جدل و تعال و احوال
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرست
ہے بد آموزی اقوامِ عالم کام اس کا
اور جنت میں نہ مسجد، نہ کلیسا، نہ گفتشت!

☆☆☆☆☆

دین و سیاست

سیاست نے مذہب سے پچھا نکھرا یا چلی کچھ نہ پھر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم خدائی ہوں کی ایمری ہوں کی وزیری
دولی ملک و دیں کے لیے نامرادی دولی چشم تہذیب کی نہ بیسری
یہ اعجاز ہے ایک صحرائش کا بیشتری ہے آئینہ دار نظری!
اسی میں حقائق ہے انسانیت کی کہ ہوں ایک بُجیدی و اروشیری

☆☆☆☆☆

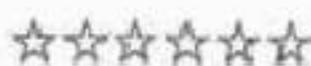
الارضِ لله

کون دریاؤں کی موجودوں سے اٹھاتا ہے حباب؟
پاتا ہے جس کو مٹی کی ہار کی میں کون
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نور آفتاب؟
کون لا یا کھینچ کر ہم سے باد رسان گار
موسوموں کو کس نے سکھلاتی ہے ہوئے انقلاب؟
کس نے بھروسی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
دہ قدمایا! یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں، میری نہیں
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

☆☆☆☆☆

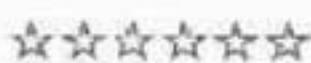
ایک نوجوان کے نام

لہو بھو کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسمانی
ترے سونے ہیں افرگنی، ترے قائمیں ہیں ایرانی
امارت کیا ٹھوہ خروی بھی ہوتا کیا حاصل
نہ زور حیدری تھی میں، نہ استغناۓ سلطانی
کہ پایا میں نے استغنا میں سحرانج مسلمانی
عطا لی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نہ ہو قومید، نو میدی زوالی علم و عرفانی ہے
تو شایس ہے بسرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!



لصحت

پچھے شاہیں سے کہتا تھا عتاب سانخورد
ایے ترے شہر پا آسائ رفعت چڑھ بریں
ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے لئے زندگانی اُنہیں
جو کوتا پر جھینٹے میں مزا ہے اے پرا! دہ مزا شاید کوتا کے لہو میں بھی نہیں!



لالہ صحراء

خواں محبت کا اللہ نگہبان ہو ہر قطرہ دریا میں دریا کی ہے مگرائی
اُس سونج کے ماتم میں روئی ہے بمنور کی آنکھ دریا سے انھی لیکن ساحل سے نہ نکراتی
ہے گری آدم سے ہنکھ عالم گرم سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی



ساقی نامہ

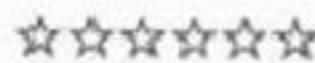
اُنھا سا قیا پرده اس راز سے لڑا دے مولے کو شہباز سے
 زمانے کے انداز بدلتے گئے تبا راگ ہے ، ساز بدلتے گئے
 ہوا اس طرح فاش راز فرجیک گہرت میں ہے شیشہ باز فرجیک
 پُرانی سیاست گری خوار ہے تیس میرہ سلطان سے بیزار ہے
 گیا دور سرمایہ داری گیا
 گراں خواب جمینی سٹھپنے لگے
 دل طور سینا و فاراں دو نیم
 مسلمان ہے توحید میں گرم جوش
 تہون ، تصوف ، شریعت ، کلام
 حقیقت خرافات میں کھو گئی
 لھاتا ہے دل کو کلام خطیب
 بیاں اس کا مطلق سے خلجھا ہوا
 دہ سوئی کہ تھا خدمت حق میں مرد
 عجم کے خیالات میں کھو گیا
 بھی عشق کی آگ ، انہیں ہے
 شراب کہن پھر پلا سا قیا
 مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
 جروں کو نلامی سے آزاد کر
 جوانوں کو پرلوں کا استاد کر

ہری شاخ ملت ترے نم سے ہے
 ترپنے پھر کنے کی توفیق دے
 دل مرتفع، سوز صدیق دے
 جگہ سے وہی تیر پھر پار کر
 تنا کو سینوں میں بیدار کر
 ترے آہاتوں گے تاروں کی خیر
 زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر
 جوانوں کو سونے جگہ بخش دے
 مرے ناکہ نہم شب کا نیاز
 آنکھیں مری، آرزوئیں مری
 مرا دل، میری رزم گاؤں حیات
 بھی کچھ ہے ساتی متعارِ فقیر
 مرے قاتلے میں انا دے اے
 یہ ثابت بھی ہے اور سیار بھی
 یہ دحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
 یہ عالم، یہ بُت خاکہ مشش جہات
 پشد اس کو سکرار کی ٹو نہیں
 چک اس کی بکھل میں، تارے میں ہے
 اسی کے بیباں، اسی کے بُول
 کہیں اس کی طاقت سے گھار پور
 کہیں بُڑہ شاہین سیماں رنگ
 کہوت کہیں آشیانے سے دور
 فرب پ نظر ہے سکون، ثبات
 ترپنہا ہے ہر ذرہ کا نکات

شہر تا نہیں کاروان و جود
 سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
 بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند
 سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
 الحمد کر سلیمانی میں لذت اسے
 ہوا جب اسے سامنا موت کا
 اُتر کر جہان مكافات میں
 مذاقِ دوئی سے نبی زوج زوج
 گل اس شاخ سے نوئے بھی رہے
 سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات
 بڑی تیز ہولاء، بڑی ژود رس
 زمانہ مگر زنجیرِ ایام ہے
 یہ موجِ نفس کیا ہے تکوار ہے
 خودی کیا ہے، رازِ وردنِ حیات
 خودی جلوہ بد صفت و خلوت پسند
 اندر سے آجائے میں ہے تا بناک
 ازل اس کے پیچھے، ابد سامنے
 زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی
 جس کی رایں بدلتی ہوئی
 سبک اس کے ہاتھوں میں سنگِ گراں

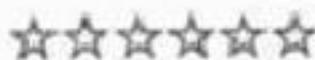
کہ ہر لمحہ ہے تازہ شان وجود
 فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
 سڑاس کو منزل سے بڑھ کر پسند
 سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز
 ترپنے پہنچنے میں راحت اسے
 کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا
 رہی زندگی موت کی گھاٹ میں
 اٹھی دشت و کھسار سے فوج فوج
 اسی شاخ سے پھونٹے بھی رہے
 اُبھر تا ہے مٹ مٹ کے نقشِ حیات
 ازل سے اہدِ نک رم یک نفس
 دمدوں کے اُٹ پیغمبر کا نام ہے
 خودی کیا ہے، تکوار کی دھمار ہے
 خودی کیا ہے بیداری کا نکات
 سمندر ہے اُک نوند پانی میں بند
 من و تو میں بیدا من و مٹو سے پاک
 نہ حد اس کے پیچھے، نہ حد سامنے
 ستم اس کی موجودوں کے سکتی ہوئی
 دما و م نکاہیں بدلتی ہوئی
 پھاڑ اس کی ضربوں سے ریگِ روایاں

سر اس کا انجام و آغاز ہے
 سبی اس کی تقویم کا راز ہے
 کون چاند میں ہے، شروع سمجھ میں
 یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
 اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
 شیب و فراز و پس و پیش سے
 ازل سے ہے یہ کلکش میں ائمہ
 ہولی خاک آدم میں صورت پذیر
 نلک جس طرح آنکھ کے ٹھیک میں ہے
 خودی کا لشمن ترے دل میں ہے
 وہی ناں ہے اس کے لیے اور جند
 رہے جس سے دُنیا میں گردن پڑند
 خودی کو رنگ رکھ، ایازی نہ کر
 فرد قالی محمود سے در گزر
 کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
 وہی سجدہ ہے لائق اعتمام
 یہ عالم، یہ بہنگمنہ رنگ و صوت
 یہ عالم، یہ بہت خاتہ جسم و کوش
 خودی کی یہ ہے منزل اولیں
 تری آگ اس خاک دال سے نہیں
 بڑھے جا یہ کوہ گرائی توڑ کر
 خودی شیر مولا، جہاں اس کا صید
 نہیں اس کی صید، آسمان اس کا صید
 جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نہود
 کہ خالی نہیں ہے ضمیر وجود
 ہر اک خطر تیری یلخار کا
 تری شوئی فکر و کردار کا
 کہ تیری خودی تجھ پر ہو آشکار
 ٹو ہے قلیع عالم خوب دنیشت
 تجھے کیا بتاؤں تری سرنوشت
 حقیقت پر ہے جامد حرف سمجھ
 حقیقت ہے آئینہ، ٹختار زنگ



زمانہ

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہو گا، میں ہے اُک جزو محروم
تریب تر ہے نمود جس کی، اُسی کا مشائق ہے زمانہ
مری صراحت سے قطروہ قطروہ نئے حوارث پکڑ ہے ہیں
میں اپنی آسی روز و شب کا فمار کرنا ہوں دانہ دانہ
کسی کاراکب، کسی کامر کب، کسی کو عبرت کا تازیانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں، لیکن خدا اخراج ارسام و راه میری
نہ تھا اگر تو شریک بعقل، قصور میرا ہے یا کہ تیرا
مرا طریقہ نہیں کر رکھ لوں کسی کی خاطر نے شبانہ
ٹلوں فردا کا منتظر ہ کہ دوش و ارزوں ہے فہانہ
اُسی کی بیبا بجلیوں سے فطر میں ہے اُس کا آشیانہ
گروہ بجنور کی کھلے تو کینکر، بجنور ہے تقدیر کا بہانہ
ہماں میں ان کی فضا نہیں ان کی سمندر ان کے جہاں ان کے
جہاں تو ہو رہا ہے یہاں، وہ عالم پر مر رہا ہے
ہوا ہے گوند و تیز لیکن چانغ اپنا جلا رہا ہے وہ مدد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خرد و اندہ



روح ارضی آدم کا استھنال کرتی ہے

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، تلک دیکھ، فضاد دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پرداہ کو پردوں میں مُھپا دیکھ، ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جھا دیکھ
بے تاب تہ ہو صحر کہ بیم و رُز جا دیکھ!

یہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہیں گھٹائیں
یہ ملکہ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحر، یہ سمندر یہ ہواں
تحیں چیش نظر کل تو فرشتوں کی اداں

آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھا

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
ویکھیں گے تجھے دور سے گرڈوں کے ستارے

ناہید ترے ہجھِ جھیل کے کنارے پہنچیں گے لیک تری آہوں کے شراءے
تعجب خودی کر، اثر آو رساد کیا!

خورشید جہاں تاب کی قوتیرے شر میں آباد ہے اُک تازہ جہاں تیرے بُتر میں
بچے نہیں بُچے ہوئے فردوس نظر میں جنت تری پیاس ہے ترے ٹون چکر میں
اے بیکرِ گلِ کوشِ ہیم کی جزا دیکھا!

مالکہ ترے خود کا ہر تارا ازل سے تو جسیں محبت کا خریدار ازل سے
ٹو ہبِ صنم خدا اسرار ازل سے مختکش وہوں ریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تفتری جہاں تیری رضا، دیکھا!

☆☆☆☆☆

پیغمبر و مُرید

مرید ہندی

چشم پیتا سے ہے جاری ہوتے خون علم حاضر سے ہے دین زارونوں
بیکرِ رومی

علم را برتن زقی مارے بود علم را بر دل زقی یا رے بود
مرید ہندی

اے امام عاشقان درد متدا یاد ہے مجھ کو ترا حرف بلند
بیکرِ رومی

بد کام راست ہر کس چیر نیت تلمذ ہر مرکے انحر نیت
خنک مفتر و خنک تارو خنک پوست از کجا ہی آیا میں آواز دوست،

مریمہ ہندی

اے نگہ تیری مرے دل کی کشاد سکھوں مجھ پر گنٹھے حکم جہاد
پیر رودی

لش حق راہم بہ اہر حق شکن نہ رُجاج دوست سنگ دوست زن
مریمہ ہندی

ہے نگاہ خادمال صحرا غرب خور جنت سے ہے خوشتر خور غرب
پیر رودی

خاہر شترہ گرا پیدا است و نو دست و چامہ تم سے گردو ازو!
مریمہ ہندی

آہ کتب کا جوان گرم ہوں! ساحر ا فریگ کا صید نہوں!
پیر رودی

خرغ پر نازستہ ہوں پڑاں شود طعہ ہر گرد دڑاں شور
مریمہ ہندی

سرآدم سے بجھے آگاہ کر خاک کے ذرے کو مہرو ماد کرا
پیر رودی

ظاہر ش را پسہ آرد پھرخ باطن آمد محیط ہفت چخ

☆☆☆☆☆☆

جبریل والا بیس

جبریل

اہم دینے! کیا ہے جہاں رنگ و نو!
ایپیس

سوزو ساز و درد و داش و جنگو و آرزو

جبریل

ہر گھری افلاک پر رہتی ہے تیری گنگو کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفو؟

ایپیس

آہاے جبریل! تو واقف نہیں اس راز سے
کر گیا سرمست بھج کو نوٹ کر میرا سنبھا
اب یہاں میری گزر ممکن نہیں، ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالم بے کاخ و گوا!
اس کے حق میں تنختو اچھا ہے یا لا تخطتو!

جبریل

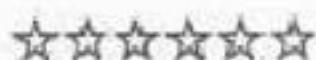
کھو دیئے انکار سے ٹو نے مقامات بلند جنم بزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبروا!

ایپیس

میرے نئے چاندِ عقل و خرد کا تارو پو
ہے مری بجرات سے مشت خاک میں ذوقِ نبو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیرو شر
کون طوفان کے طھائے کھارہا ہے، میں کہ تو؟
میرے طوفان کیم بہیم، دویا بہ دریا، ہو بہ ہو
خیز بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا
مگر کبھی خلوت میر ہو تو پچھہ اللہ سے
میں کھلتا ہوں دل بزداں میں کائیں کی طرح

اڑاں

اک رات ستاروں سے کہا جنم بھر نے آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟
 کہنے لگا مرغ ۔ ادا فہم ہے لقدر ہے تیندری اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
 ڈھرہ نے کہا ، اور کوئی بات ضمیں کیا؟
 اس کرک شب کو سے کیا ہم کو سردار کار!
 تم شب کو غمودار ہو، وہ دن کو غمودار
 بولا مہ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی
 واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
 آغوش میں اس کی وہ جگلی ہے کہ جس میں
 ناگاہ نہا باعث ازاں سے ہوئی لب ریز
 وہ تعریہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دل گھسرا!



محبت

فہید محبت نہ کافر نہ عازی محبت کی رسیں نہ خرک نہ تازی
 وہ کچھ اور شے ہے، محبت نہیں ہے سکھاتی ہے جو غرتوی کو ایازی
 یہ جو ہر اگر کار فرمائیں ہے تو یہ علم و حکمت فقط شیشہ بازی
 نہ محتاج سلطان، نہ مرجوب سلطان
 محبت ہے آزادی و بے نیازی
 مرا فخر بہتر ہے اسکندری سے یہ آدم گری ہے، وہ آئینہ سازی



جاوید کے نام

(لندن میں اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط آنے پر)

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صح و شام پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو سلطنتِ لالہ و نعم سے کلام پیدا کر
آٹھا نہ شیشہ گران فریگ کے احسان سخال بند سے یانا و جام پیدا کر
میں شاخ تاک ہوں، میری غزل ہے میراثر مرے شر سے مے لالہ قام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں، فقری ہے خودی نہیں، غریبی میں نام پیدا کر

☆☆☆☆☆

فلسفہ و مذہب

اپنے وطن میں ہوں گے غریب الدیار ہوں ڈرتا ہوں دیکھ دیکھ کے اس دشت و در کو میں
جیراں ہے نعلیٰ کہ میں آیا کہاں سے ہوں روی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں
”جاتا ہوں تھوڑی ڈور ہر اک راہر کے ساتھ پچھاتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں“

☆☆☆☆☆

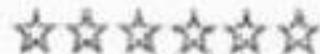
یورپ سے ایک خط

ہم خوگر محسوس ہیں سائل کے خریدار اک بھر پر آشوب و پُر اسرار ہے روی
ٹو بھی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال جس قافلہ شوق کا سالار ہے روی
اس عصر کو بھی اُس نے دیا ہے کوئی پیغام؟ کہتے ہیں چراغِ رہ احراء ہے روی

☆☆☆☆☆

نپولین کے مزار پر

جو شکردار سے تیور کا سلپ ہے گیر
صلب جنگاہ میں مردانی خدا کی مجیہر
بے مکر فرصت کردار نفس یا دو نفس
خوض یک دو نفس قبر کی شب ہائے دراز!



سوہی

ندرت نکر دمل کیا شے ہے، ذوقِ انقلاب
ندرت نکر دمل سے مجزاتِ زندگی
رومنہ اکبراے! وگر گوں ہو گیا تیرا ضمیر
اینکہ می قشم پہ بیداریست یارب یا پہ خواب!



سوال

اک مقلس خودار یہ کہتا تھا خدا سے
میں کرنیں سکتا مجھے درج تقری
لیکن یہ بتا، تیری اجازت سے فرشتے
کرتے ہیں عطا مرد فرد ماہی کو میری؟



پنجاب کے دہقان سے

ہتا کیا تیری زندگی کا ہے راز
ہزاروں برس سے ہے ٹو خاک ہاز
اسی خاک میں دب گئی تیری آگ
نہیں اس اندر ہرے میں آب حیات

زمانے میں جھوٹا ہے اس کا گھنیں جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں
بُناں شعوب د قبائل کو توڑ رسمومِ گھنیں کے سلاسل کو توڑ
سکی دین حکم ، سکی فتح باب کہ دنیا میں توحید ہوئے جاپ
بنگاک بدن دانہ دل نشاں کہ ایں داشہ دار و نر حاصل نشاں

☆☆☆☆☆

خوشحال خاں کی وصیت

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم کہ ہو یام افغانیوں کا بند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کند
مغل سے کسی طرح سکتے نہیں کہوں تجھ سے اے ہم نہیں دل کی بات
وہ ملن ہے خوشحال خاں کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باو کوہ مغل شہزادوں کی گرو سمند!
”خوشحال خاں نشک پشتون زبان کا مشہور وطن دوست شاعر تھا جس نے افغانستان کو مغلوں سے آزاد کرنے کے لیے
مرحد کے انگانی قبائل کی ایک جمیعت قائم کی۔ قبائل میں صرف آفریدیوں نے آخر دم تک اُس کا ساتھ دیا۔ اس کی
قریب ایک سو نظموں کا ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن میں شائع ہوا تھا۔“

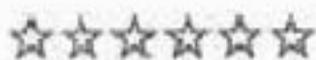
☆☆☆☆☆

حال و مقام

احوال و مقامات پر موقوف ہے سب کچھ ہر لمحہ ہے سالک کا زماں اور مکان اور
القاظ و معانی میں تغادت نہیں لیکن مثلا کی اذال اور مجاہد کی اذال اور
کرگس کا جہاں اور ہے، شایدیں کا جہاں اور پرواز ہے دلوں کی اسی ایک قضاۓ

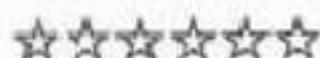
ابوالعلامِ عربی

پھل بھول پ کتا تھا ہمیشہ گزر اوقات
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہوئے
کہنے لگا وہ صاحب غفران و نعمات
تیرا وہ مٹنے کیا تھا یہ ہے جس کی مكافات؟
ذیکر نہ تری آنکھ نے نظرت کے اشارات
کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھانا تھا مفتری
اک دوست نے مخونا ہوا تیر اسے بھیجا
یہ خوان ٹرو نازہ معزی نے جو دیکھا
اے مرغیک بچارہ! ذرا یہ تو بتاؤ
افسوس، صدا افسوس کہ شاہین نہ بنا تو
نقدری کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے



سینما

دہنی بُت فروٹی، دہنی بُت گری ہے
دہنی صفت نہ تھی، شیوہ کا فری تھا
دہنی مذهب تھا اقوام عهد گھن کا
دہنی تہذیب حاضر کی سود اگری ہے
دہنی دُنیا کی مٹی، یہ دُنیا خانہ خاکی، یہ خاکتری ہے
سینما ہے یا صفت آزوی ہے
یہ صفت نہیں، شیوہ کا فری تھا
یہ تہذیب حاضر کی سود اگری ہے
یہ تہذیب عهد گھن کا
یہ دُنیا کی مٹی، یہ دُنیا خانہ خاکی، یہ خاکتری ہے



پنجاب کے پیر زادوں سے

حاضر ہوا میں شیخ ہجدوی لحد پر
اُس خاک کے ذردوں سے ہیں شرمندہ ستارے
جس کے نفس گرم سے ہے گری احرار
وہ خاک کہ ہے زیرِ لک مطہح اقوار

وہ ہند میں سرمایہ طلت کا ٹھیکانہ
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری پیٹا ہیں، ولیکن نہیں بیدار!
آلی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر، کشور بخوبی سے بیزار
عارف کا لحکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا گئے فقر سے ہو طرہ دستار
بائی گلیہ فقر سے تبا دلوں کی حق
طروں نے چڑھایا فتحہ خدمت سرکار!

☆☆☆☆☆

فقر

اک فقر سکھاتا ہے میاد کو شجیری
اک فقر سے گھٹتے ہیں اسرار جہاں گیری
اک فقر سے تو موں میں مسکینی دیگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ سلطنتی ، سرمایہ شبیری!

☆☆☆☆☆

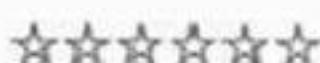
خودگی

خودگی کونہ دے سیم وزر کے عوض
نہیں فعلہ دیتے شر کے عوض
یہ کہتا ہے فردوسی دیدہ در
جم جس کے سرے سے روشن بصر
”زبہر درم تند و بد خو مباش تو یا یہ کہ باشی، درم گو مباش“

☆☆☆☆☆

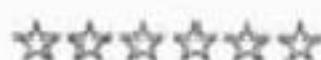
حائناہ

رزو ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو تختن سازی کا قن
حائناہوں میں مجاور رہ گئے یا گور کن!



ایپیس کی عرض داشت

کہتا تھا عزازیل خداوند جہاں سے پر کالک آتش ہولی آدم کی کعب خاک!
جمہور کے اپیس ہیں ارباب سیاست باقی نہیں اب میری ضرورت د افلک!



شیخ مکتب سے

شیخ سکب ہے اک مارت گر جس کی صفت ہے روح انسانی
ٹکڑہ دلپذیر تیرے لیے کہہ گیا ہے حکیم قاآنی
”پیش خورشید بر کش دیوار خواہی ار حسن خانہ نورانی“



شاہیں

کیا میں نے اُس خاک وال سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آپ دادا
بیباں کی خلوت خوش آلتی ہے مجھ کو
اڑل سے ہے نظرت مری راہانہ
نہ پاؤ بھاری، نہ غل جنیں، نہ تکلیل
نہ بیماری نہ نمنہ نہ عاشقانہ

خیالیں سے ہے پہنچ لازم
ہوائے بیباں سے ہوتی ہے کاری
حمام و کپڑت کا نجھکا نہیں میں
جھپٹا، پلن، پلت کر جھپٹا
یہ پورب، یہ پنجم چکوروں کی دنیا
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہی نہات نہیں آشیانہ

☆☆☆☆☆

باغی مرید

ہم کو تو میر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر تک کا بکل کے چفاوں سے ہے روشن
شہری ہو، دہائی ہو، مسلمان ہے سادہ
ماں نہ بنا سمجھتے ہیں کہے کے برہمن
نذرانہ نہیں، سود ہے بیڑا ان حرم کا
ہر خرقہ سالوں کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے اُنھیں مندِ ارشاد
زافوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیں!

☆☆☆☆☆

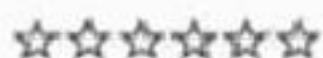
ہارون کی آخری تصحیحت

ہارون نے کہا وقتِ رحلی اپنے پر سے
جائے گا کبھی تو بھی اسی راہ گزر سے
پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملکِ الموت
لیکن نہیں پوشیدہ مسلمان کی نظر سے

☆☆☆☆☆

آزادی افکار

اس قوم میں ہے شوہی اندیشہ خطرناک جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو لگر خداود سے روشن ہے زمانہ آزادی انکار ہے اپنیں کی ایجاد



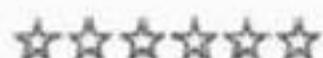
چیونٹی اور عقاب

چیونٹی

میں پامال د خوار د پریشان د درد مند تیرا مقام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

عقاب

ٹو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے حاکب راہ میں میں نہ سہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!



قطعہ

کل اپنے تریخوں سے کہا پر مخا نے قیمت میں یہ معنی ہے ڈر ناب سے ڈھندر زہرا ب ہے اس قوم کے حق میں میے افرگ جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنر مند



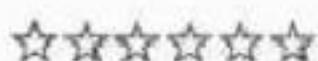
ضرب کلیم

(لیتی اعلان جگ، دور حاضر کے خلاف)

نہیں مقام کی ہو مگر طبیعت آزاد
ہوائے شیر مثال تیم پیدا کر
ہزار چشمہ تیرے سنج راہ سے پھونٹے
خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر

صُحْ

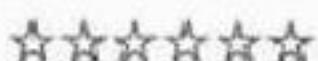
یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
دہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے ہندہ مومن کی اذال سے پیدا



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

خود می ہے نعم، قیاس لا الہ إِلَّا اللَّهُ
ضم کده ہے جہاں لا الہ إِلَّا اللَّهُ
فریبِ سودہ زیاد، لا الہ إِلَّا اللَّهُ
ہتاف وہم و مکان، لا الہ إِلَّا اللَّهُ
نہ ہے زمان نہ مکان، لا الہ إِلَّا اللَّهُ
بہار ہو کر خزان، لا الہ إِلَّا اللَّهُ
مجھے ہے حکم اذال، لا الہ إِلَّا اللَّهُ

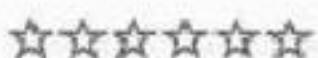
خود می کا سر نہاں لا الہ إِلَّا اللَّهُ
یہ دور اپنے برائیم کی تلاش میں ہے
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سورا
یہ مال و دولت دینا، یہ رشتہ و پیوند
خود ہوئی ہے زمان و مکان کی ڈناری
یہ نغمہ فصلِ محل و لا لہ کا نہیں پایند
اگرچہ بُت میں جماعت کی آستینوں میں



تُنْ بِهِ لِتَقْدِيرٍ

جس نے مومن کو بنا یا مس و پرویں کا امیر
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
کے غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا خیر

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
”تُنْ بِهِ لِتَقْدِيرٍ“ ہے آج ان کے محل کا انداز
تحا جو ”نُثُوب“ بتدریج وہی خوب ہوا



معراج

کر سکتا ہے دہ ذرہ م۔ وہی کو تاراج
دے دلایا شوق ہے لفتی پرواز
ہے پر سرا پردة جان نکتہ معراج
ناوک بے مسلمان، ہدف اس کا ہے میریا
ئو معنی دائم، نہ کیجا تو بجیب کیا

☆☆☆☆☆

ایک فلسفہ زادہ سیدزادے کے نام

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا
یگل کا حدف گھر سے خالی
حکم کے ہو زندگانی
آدم کو ثبات کی طلب ہے
دُنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
میں اصل کا خاص سوتھاتی
تو سید ہاشمی کی اولاد
ہے قلفہ مرے آب دیگل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
فعلہ ہے ترے بخوبی کا یہی حوز
میں فلسفہ زندگی سے ذوری
سُن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
میں ایسا مرد ہے یہی حضوری
کس طرح خودی ہو لازماً!
مومن کی اذان نمائے آفاق
آیا مرے لاتی و مناتی
میری کف خاک پرہمن زاد
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اس کی رُک رُک سے باخبر ہے
میں فلسفہ زندگی سے ذوری
آیا مرد ہے یہی حضوری
زیارتی بے خداوندی کیا
ڈینا کا حدف گھر سے خالی
آدم کو ثبات کی طلب ہے
دُنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
میں اصل کا خاص سوتھاتی
تو سید ہاشمی کی اولاد
ہے قلفہ مرے آب دیگل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
فعلہ ہے ترے بخوبی کا یہی حوز
میں فلسفہ زندگی سے ذوری
سُن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
میں ایسا مرد ہے یہی حضوری
کس طرح خودی ہو لازماً!

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت
دیں مسلکِ زندگی کی تقویم
”دل در چن محمدی“ بند
چوں دیدہ راہ نہیں نداری“

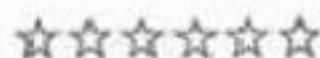
دیں ببر عجمی و برائیم
اے پور علی زبُو علی چند!
تاپد قرشی بے از بخاری“



مسلمان کا زوال

اگرچہ زریحی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
اگر جواں ہوں مری قوم کے جنور و غیرہ
سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے
اگر جہاں میں مرا جو ہر آشکار ہوا

جو فقر سے ہے میر، تو نگری سے نہیں
فلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
زوال ہندہ مومن کا بے زری سے نہیں
فلندری سے ہوا ہے، تو نگری سے نہیں



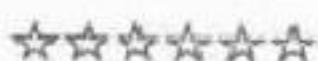
علم و عشق

عشق نے مجھ سے کہا علم ہے جمین و نہیں
علم مقام مقامات، عشق تماشائے ذات
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پہاں جواب!
عشق کے ادنیٰ نلام صاحب ناج و نگیر
عشق سرپا یقین، اور یقین سُج باب!
شورشی طوفان حلال، لذت ساحل حرام
علم ہے این الکتاب، عشق ہے اُم الکتاب!

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق کی گری سے ہے معمر کہ کائنات
عشق سکون دیبات، عشق حیات و صفات
عشق کے ہیں مجرمات سلطنت و تقدیر دیں
عشق مکان و کمیں، عشق زمان و زمیں
شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام
عشق پہ بکلی حلال، عشق پہ حاصل حرام

راجھتہار

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سکھے
کہن لذتی گروان نہ افکار عیش
خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوتے کس درجہ نقیباں حرم بے توفیق!
ان خلاصوں کا پہلک ہے کہ ناص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں موسیٰ کو غلامی کے طریق!



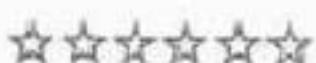
شکر و شکایت

میں بندہ ناداں ہوں، مگر غیر ہے تیرا
رکتا ہوں نہاں خاکہ لاہوت سے پیوند
اک دلوںکہ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سمر قند
تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں میں
مرغان سحر خواں مری صحبت میں ہیں خورستہ
لیکن مجھے پیدا کیا اُس دلیں میں ٹو نے
جس دلیں کے بندے ہیں غلامی پر رضا مندا!



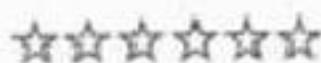
مُلائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری تماز میں یاقی جلال ہے، نہ جمال
تری ازاں میں نہیں ہے مری سحر کا یام



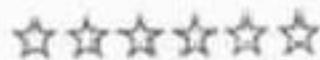
لقد یہ

نال کو حاصل ہے کبھی ٹوٹ وجردت
ہے خوار زمانے میں کبھی جو ہر ذاتی
شاید کوئی متعلق ہونہاں اس کے عمل میں
تقدیر نہیں تائی متعلق نظر آتی
پاں، ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو
تاریخِ امم جس کو نہیں ہم سے تھا
ہر لمحہ ہے تو مous کے عمل پر نظر اس کی!
بُجھاں صفتِ تجفی دو بیکر نظر اس کی!



توحید

آج کیا ہے، فقط اک مسئلہ علم کلام
خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام
اُقلٰ ہو اللہ کی شیر سے خالی ہیں نام
وحدتِ انکار کی بے وحدت کردار ہے خام
اس کو کیا سمجھیں یہ بخارے دور کھت کے امام!
زندہ، قوتِ تجی چہاں میں بھی توحید کبھی
روشن اس شو سے اگر تلمذ کردار نہ ہو
میں نے اے میر پا! تیری پر دیکھی ہے
آہ! اس راز سے واقف ہے تھلا نہ فقیر
قوم کیا جنہے ہے، تو مous کی امانت کیا ہے

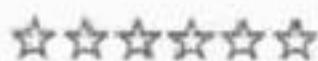


علم اور دین

وہ علم اپنے بھوں کا ہے آپ ابراہیم
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا عزم
ولیل کم نظری، قصہِ جدید و قدریم
نہیں ہے قطرہ، شہنم اگر شریکِ نیم
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!
زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
چمن میں تربیتِ طنچہ ہو نہیں سکتی
وہ علم، کم یا بھری جس میں ہمکنار نہیں

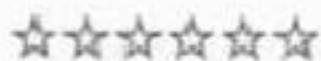
ہندی مسلمان

نہادِ دُن اس کو بتاتے ہیں ہر ہم
اگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گدار
بُخاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پاریت ہے کافر
آوازِ حق اٹھتا ہے کب اور گدھر سے
دیکھیں دلکش مامدہ دریں لکھش اندر!



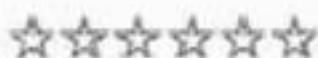
جہاد

نوئی ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
ذینما میں اب رہی تھیں گوار کارگر
لیکن چناب شیخ کو معلوم کیا تھیں؟
مسجد میں اب یہ دعظت ہے بے سود بے اثر
حق و ملنگ دستِ مسلمان میں ہے کہاں
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر
ذینما کو جس کے پنجہ ٹوپیں سے ہو خطر
تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی
باطل کے قال و فرق کی حیثیت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تاکر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کیسا نواز سے
شرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے در گزر!



قوت اور دین

اسکندر و چلیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
تاریخِ امم کا یہ بیام اذلی ہے
”صاحبِ بُطْرَا! نَهْ قُوتْ ہے خَطْرَاكْ“
اس سلی سبک سے زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہُنْر یہی خس و خاشاک
ہودیں کی ہدایت میں تو ہر زہر کا تریاک
لا دیں ہو تو ہے ذہرِ ہلال سے بھی پڑھ کر



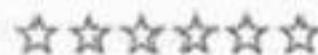
افریق زدہ

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجودِ ترا
وجود کیا ہے، فقط جوہرِ خودی کی نہود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نہودِ ترا



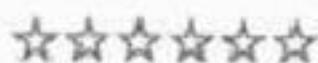
قصوف

یہ حکمتِ ملکوتی ، یہ علمِ لاهوتی
حرم کے درد کا درمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ شم شی، یہ مراقبہ، یہ مردود
تری خودی کے تنبیاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل جو مدد پر دیں کا کھلیتی ہے فکار
شریک شورش پیشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ دل و نگاہِ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
خود نے کہہ بھی دیا ”لَا إِلَهَ“ تو گیا حاصل
عجب نہیں کہ پریشان ہے گفتگو نیری
فروغِ صحیح پریشان نہیں تو کچھ بھی نہیں



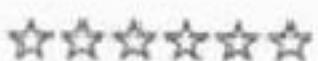
ہندی اسلام

بے زندہ نظر وحدت انکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الخاد
وحدت کی حفاظت نہیں پے قوت یا زد
آئی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداواد
اے مرد خدا! تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بینہ کسی غار میں اللہ کو گر یاد
مکینی و ملکوی و نویں نویں جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
تاراں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!



تماز

بدل کے بھیں پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ بھر ہے آدم، جوال ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے ٹو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!



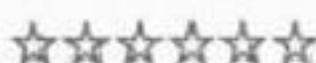
عقل و ول

ہر خاکی و نوری پر حکومت ہے خردگی
پاہر نہیں کچھ عقل خدارواد کی زد سے
عالم ہے غلام اس کے جلال ازیل کا
اک دل ہے کہ ہر لمحہ ابھتا ہے بُرد سے



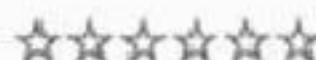
مسٹی کردار

صوفی کی طریقت میں نقطہ مسٹی احوال
شاعر کی نو امردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد بجاہد نظر آتا نہیں مجھے کو
ہو جس کے رُگ و پے میں نقطہ مسٹی کردار



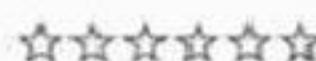
قلندر کی پیچان

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد
جاتا ہے جدھر ہندہ حق، تو بھی ادھر جا
پہنچتا ہوا بُنگاؤ قلندر سے گزر جا
پڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو آتر جا
ہے تجھ میں ملکر جانے کی بُرات تو ملکر جا!
میر دمہ و ائمہ کا محابیب ہے قلندر
ایام کا مزکب نہیں، راکب ہے قلندر



فلقہ

پیدا ہے نقطہ حلقة ارباب۔ بخوبیں میں
وہ عقل کہ پاجاتی ہے شعلے کو شر سے
جس مسٹی وجہیہ کی تهدیت کرے دل
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ مُبر سے
یا امردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرتار
جو نلقہ لکھا نہ گیا ٹون ٹنگر سے



مردان خدا

وہی ہے بندہ خر جس کی ضرب ہے کاری
شہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
ازل سے قطرت احرار میں ہیں دوش بدوش
قلشیدری و قبا پوشی و گلہ داری
زمانہ لے کے جسے آتاب کتا ہے وہ چنگاری
انھی کی فاک میں پوشیدہ ہے وہ دنگاری
وجود انھی کا طواف بُناں سے ہے آزاد یہ قبرے مومن و کافر، تمام زُناری!



کافر و مومن

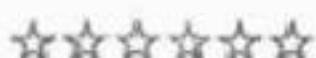
کل ساحل دریا پہ کہا مجھ سے خزنے ٹو ڈھونڈ رہا ہے سم افرگ کا تریاق؟
اک گلہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند بُر ندہ و ہیتل زادہ و روشن و برائق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

مومن (ذیاں میں)

ہو حلقة یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو نوازد ہے مومن
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاش خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
پچھے نہیں گرفتک و ہمام اس کی نظر میں جہریل و سرافل کا سیاد ہے مومن

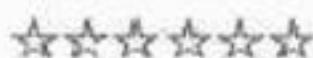
(جنت میں)

گہتے ہیں فرشتے کہ دل آؤز ہے مومن خوراں گو شکایت ہے، کم آمیز ہے مومن +



اے روحِ محمد ﷺ

شیرازہ ہوا ملٹ مرحوم کا اہر
دہ لذت آشوب نہیں بھر عرب میں
ہر چند ہے بے تقابل و راحله و راوی
اس راز کو اب فاش گرائے روحِ محمد ﷺ
آیاتِ الٰہی کا نکھبان گدھر جائے!



امامت

خن جنمیں یہی طرح صاحب اسرار کرے
جو جنمیں حاضر و موجود سے بیزار کرے
زندگی چیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
نقر کی سان چڑھا کر جنمیں تکوار کرے
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے!
تو نے یہی چیزیں ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام مرحوم
موت کے آئے میں تھوڑا کو دکھا کر رونیخ دوست
دے کے احساس زیاد تیرا لہو گرمادے
فتنه ملٹ بیضا ہے امامت اُس کی

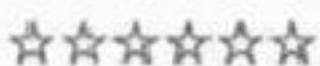


نکشہ توحید

ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کیے
طریقی شیخ نقیب‌الحمد ہو تو کیا کیے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کیے
تری تکاہ غلاما نہ ہو تو کیا کیے
روش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کیے!
بیان میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لا إله میں ہے
پُرورد جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
جہاں میں بندہ خُر کے مشاہدات ہیں کیا
مقام نقر ہے کتنا پنندہ شاہی سے

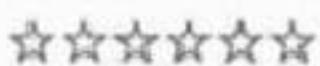
تسلیم و رضا

بُرات ہو نہو کی تو فنا لگ نہیں ہے! اے مرد خدا، ملک خدا لگ نہیں ہے!



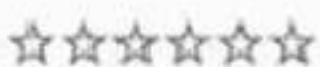
الہام اور آزادی

ہو بندہ آزاد اگر صاحب الہام ہے اس کی تحریر تکرویں کے لیے مہیز اُس مرد خود آگاہ و خدمت کی محبت دیتی ہے مدداؤں کو ملکو و حُم و پردویز ملکوں کے الہام سے اللہ پچائے عارض گر اقوام ہے وہ صورت چیز



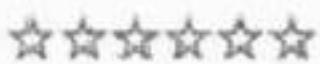
لاہور و گراجی

نظر اللہ پر رکتا ہے مسلمان غور موت کیا شے ہے، فقط عالم معنی کا سفر
اُن شہیدوں کی رسالت اہل کلما سندھ مگ قدر و قیمت میں ہے ٹوں جن کا حرم سے بڑھ کر آ، اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں رزق "لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ"



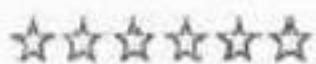
نبوت

میں نہ عارف، نہ نجہد، نہ نجہت، نہ فتنی مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام ہاں، مگر عالم اسلام پر رکتا ہوں نظر فاش ہے مجھ پر ضمیر تلك نیلی قام "وَهُنَّا بَشَرٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ" جس نبوت میں نہیں ٹوٹ دشکست کا پیام



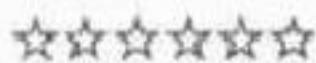
مکہ اور جنیوا

اس دور میں اقوام کی صحیت بھی ہوئی عام پوشیدہ تھا ہوں سے رہی وحدت آدم
تقریباً ملک حکمت افریق کا مقصود فقط ملت آدم
کے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام صحیت اقوام کہ جمعیت آدم!



اے پیر حرم

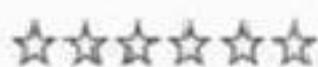
اے پیر حرم! رسم و روتھی چورڈ مقصود سمجھ میری نوائی سحری کا
الله رکھے تیرے جو اتوں کو سلامت دے ان کو سبق خودشکنی، خود نگرانی کا
تو ان کو سکھا خارا ڈھانی کے طریقے مغرب نے سکھایا انھیں فن شیشه گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلائی دزو کوئی سوچ ان کی پریشان نظری کا
کپہ جاتا ہوں میں زور بخوبی میں ترے اسرار بجھ کو بھی حلہ دے میری آشنا سری کا!



مر و مسلمان

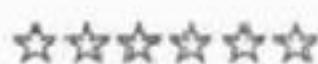
ہر لحظہ ہے مومن کی نجی شان نبی آن! مختار میں، کردار میں، اللہ کی نہ ہاں!
چہاری دنخاری د ٹددسی د چمروت یہ چار حاضر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایہ جبریل امیں بندہ خاکی ہے اس کا نیشن نہ بخارا نہ بدشہان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
ذمہ دار کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
ذمہ دار میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں خندک ہو، وہ شہمن
فطرت کے سرد و ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورہ ملن
بنے ہیں مری کارگرہ ظفر میں اعتماد
لے اپنے مقدور گے ستارے کو تو پہچان!



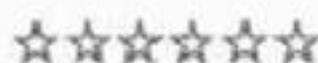
پنجابی مسلمان

لہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرنا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ شہمن سے آرتا ہے بہت جلد



آزادی

ہے کس کی یہ مجرات کہ مسلمان گٹو کے
خریب انکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کجھے کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرگی صنم آباد
قرآن کو باز پھر تاویل ہنا کر
چاہے تو خود اگ تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرف نہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!



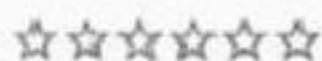
إشعاعت اسلام فرنگستان میں

غمیر اس دنیت کا دیں سے ہے حالی فرنگیوں میں انوت کا ہے نسب پہ قیام
بلند تر نہیں اگریز کی لگاؤں میں قبول وہن سمجھی سے برہمن کا مقام
اگر قبول کرے، وہن مصطفیٰ ﷺ، اگریز سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام



لاؤال

نشانے نور میں کرتا نہ شاخ و بُرگ دہر پیدا سفر خاکی شبستان سے شہ کر سکا اگر دادہ
نہاہ تندگی میں ابتدا لا ، انتہا لا ، پیام موت ہے جب لا ہوا الاء سے بیگانہ
وہ عملہ روح جس کی لا سے آگے بڑھنیں سکتی یقین جانو ہوا لبریز اُس ملت کا پیانہ



أُمّرائے عرب سے

کرے یہ کافر ہندی بھی جراتِ گفتار اگر نہ ہو اُمّرائے عرب کی بے ادبی
یہ ظکر پہلے سکھایا گیا کس امت کو؟ وصالِ مصطفیٰ، انتراقِ نور لیسی!
نہیں وجودِ حدود و حکومت سے اس کا محمد ﷺ عربی سے ہے عالمِ عربی!



احکام الٰہی

اک آن میں سو بار بدل جائی ہے تقدیر
ہے اس کا ستمبھل ابھی ناخوش، ابھی خورست
تقدیر کے پابند بنا تات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند



«دُلْعَلِیم و مرپیت»

زمانہ حاضر کا انسان

عقل کو ہائج فرمان نظر کر نہ سکا
عشق نایبی و خرد میگز دش صورت مار
اپنے انکار کی ڈینا میں سفر کر نہ سکا
ذہوبیٹ نے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
آج تک فیصلہ نفع و ضرور کر نہ سکا
اپنی حکمت کے فم و بیچ میں آجھا ایسا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا!
جس نے سورج کی قلعاءوں کو گرفتار کیا



اسرار پیدا

اوں قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت نولاد
ناچڑ جہان مہ د پرویں ترے آگے
وہ عالم مجبور ہے، تو عالم آزاد
موجوں کی تیش کیا ہے، فقط ذوق قرططلب ہے
پہاں جو صدق میں ہے، وہ دولت ہے خداداد
شاہیں کبھی پرواز سے ٹھنک کرنیں گرتا
پردم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ آتا وہ



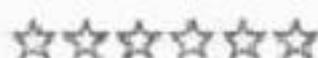
سلطان ٹیپو کی وصیت

تو رہ تو ردِ شوق ہے، منزل نہ کر قبول
لیل بھی ہم نہیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے ہوئے آپ بڑھ کے ہو دریائے مخدود تجز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
محفل گدا ز اگری محفل نہ کر قبول
کھو یا نہ جا منم کدہ کائنات میں
جو عصل کا ظلام ہو، وہ دل نہ کر قبول
سُج ازل یہ مجھ سے کہا جیریں نے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول!
باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے



آزادی فکر

آزادی انکار سے ہے اُن کی جانی رکھتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سیاق
ہو فکر اگر خام تو آزادی انکار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ



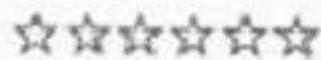
خودی کی زندگی

خودی ہو زندہ تو ہے فخر بھی شہنشاہی نہیں ہے سخر و خقرل سے کم شکوہ نظر
خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایاب خودی ہو زندہ تو ٹھہسار پر بیان و حریص



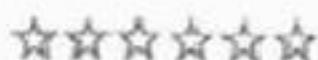
حکومت

شیخ و ملا کو نہیں لگتی ہے دردشیں کی بات
ہے مُریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
تو م کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار
بجٹ میں آتا ہے جب فلمفہ ذات و صفات
گرچہ اس دیرگھن کا ہے یہ دستور قدیم
کرنیں مے کده و ساقی دینا کو پیات
قیمت پادہ مگر حق ہے اُسی ملت کا
انجیں جس کے جوانوں کو ہے تباہی حیات!



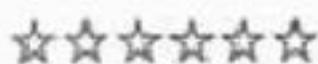
ہندی مکتب

موزوں نہیں کتب کے لیے ایسے مقالات
اقبال! یہاں نام نہ لے علم خودی کا
پوشیدہ رہیں یاز کے احوال و مذاقات
بہتر ہے کہ بیجا رے مولوں کی نظر سے
کس درجہ گراں سیر ہیں حکوم کے اوقات
آزادگی اُک آن ہے حکوم کا اُک سال
حکوم کا ہر لمحہ یا م ابديت
آزاد کا اندریہ حقیقت سے متور
آزاد کو بیرون کی کرامات کا سورا
حکوم کے حق میں ہے بھلی تربیت اچھی
حکوم کا اندیشہ گرفتار خواقات
ہے بندہ آزاد خود اُک زندہ کرامات
موسیقی و صورت گری و علم بنا تات!



نگہ پیٹ

زندگی کچھ اور شے ہے، علم ہے کچھ اور شے
علم میں ہلت بھی ہے قدرت بھی ہے نہت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
کیا تجھ ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایا غ!
اہل دانش عام ہیں، کم یا بہیں اہل نظر
کس طرح کمرعت سے روشن ہو بھلی کا چا غ!



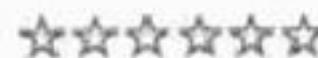
مرگ خودی

خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلا نے جذام
خودی کی موت سے دوسرے اور بے نور
بدن عراق و گیم کا ہے بے عروق و عظام
خودی کی موت سے ہندی شکست پالوں پر
قنس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!
خودی کی موت سے پر حرم ہوا مجبور
کہ قت کھائے مسلمان کا چاندہ حرام!



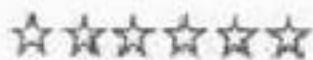
مہمان عزیز

بہ ہے انگار سے ان در سے والوں کا ضیر
خوب و ناؤب کی اس دور میں ہے کس کو تیز!
چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خانی
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز!



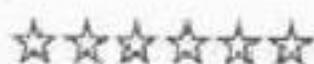
عصر حاضر

بُخشنود افکار کہاں ذہن میں نہ جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
مُردہ، لا دینی افکار سے افریق میں عشق میں غلام!



طالب علم

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بھر گی موجودوں میں افطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کر ٹو
کتاب خواہ ہے مگر صاحب کتاب نہیں!



امتحان

کہا پھاڑ کی مری نے سنگ ریزے سے فتاد گی دراگنڈی گزی محراج
ترایہ حال کہ پا مال و درد مند ہے ٹو مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج
جهاں میں تو کسی دیوار سے نہ نکرا یا کسے خبر کہ تو ہے سنگ خارہ یا کہ زجاج



حدائقہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے قبض کی روح جری دے گے تجھے لکھر معاش
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاں سے ترا زندگی موت ہے، کھو دیتی ہے جب ذوق خراش
اس بھوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا جو یہ کہتا تھا خرد سے گے بہانے نہ تراش

فیضِ نظرت نے تجھے دیدہ شاہیں بخشنا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے لگاؤ ظاہش
درست نے ترمی آنکھوں سے نبھایا جن کو
خلوت کوہ بیابان میں وہ اسرار ہیں قائل

☆☆☆☆☆☆

حکیمِ نظرت

حریفِ نگہ تو حیدر ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہے اسرارِ لا الہ کے لے
خدگ سیند گردوں ہے اُس کا فکر بلند
کند اُس کا خیل ہے مہرِ دمہ کے لے
اگرچہ پاک ہے طیعت میں راہیں اُس کی
رس رہی ہے مگر لذتِ گند کے لے

☆☆☆☆☆☆

اساتذہ

متقصد ہو اگر تربیت لعل بد خشائش
بے شود ہے بیکے ہوئے خورشید کا پرتو^۱
ذینما ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا درس، کیا درس والوں کی مگ ودوا
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ غبہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیر دا

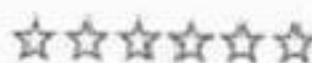
☆☆☆☆☆☆

غزل

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سُراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے گی آنکھ جس کا چڑائی
مسر آتی ہے گرفت نظل غلاموں کو
شکیں ہے بندہ تر کے لے جہاں میں قرائی
فرودغ مغریاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہیاں ہو صاحبِ ماڈائی
وہ بزمِ عیش ہے سماں یک نفس و دنفس
چمک رہے ہیں مثال ستارہ جس کے ایاں
کیا ہے تجھ کو سکایوں نے گور ووق اتنا
بما سے بھی نہ ملا تجھ کو نوئے ٹھکل کا سراغ!

دین و تعلیم

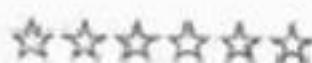
بجھے کو معلوم ہیں پیراں حرم کے انداز
جونہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و گزار
اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروقت کے خلاف
اس کی تقدیر میں نگومی و مخلوقی ہے
قوم جو کرتے ہیں اپنی خودی سے انفاف
کبھی کرتی نہیں ملت کے مٹا ہوں کو معاف
نظرت افراد سے انفاس بھی کر لیتی ہے



جاوید سے

(1)

غارث گر دیں ہے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کا فرمانہ
درپار ہبھنسی سے خوشنہ مردان خدا کا آستانہ
لیکن یہ دور ساحری ہے انداز ہیں سب کے جائزہ
مرچمہ زندگی ہوا خلک باتی ہے کہاں سے شانہ



(2)

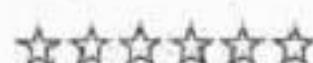
حالی آن سے ہوا دبتاں تھی جن کی تگاہ تازیانہ
جس گھر کا سرچانگ ہے تو ہے اس کا مذاق عارفات
جوہر میں ہو "لا إله" تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیاں
شانخ گل پر چک کر اپنی خودی میں آشیانہ
وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا ہر قطرہ ہے بحر پکرانہ
وہ تھان اگر نہ ہو تن آسائ ہر دانتہ ہے صد ہزار دانتہ

”غافل منشیں نہ وقت بیازی ست وقت بہراست و کار سازی ست“



(3)

بینے میں اگر نہ ہو دل گرم
ہے آب حیات اسی جہاں میں
شرط اس کے لیے ہے قشہ کامی
اے چان پدر! نہیں ہے ممکن
شاہیں سے تندرو کی غلامی
تایاب نہیں متاع ٹھنڈار
حد انوری و ہزار جامی
الله کی دین ہے جسے دے
میراث نہیں بہندنائی
اپنے نور نظر سے کیا خوب
قرماتے ہیں حضرت نظامی
”جائے کہ بزرگ بایدست بور
فرزندی من نداردت سود“



حکومت

مرد فرنگ

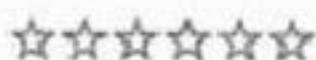
ہزار بار حکیموں نے اس کو سمجھا یا مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
تصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں گوارہ اس کی شرافت پر ہیں مدد و پردویں
فیاد کا ہے فرگی معاشرت میں ظہور کہ مرد سادہ ہے پیچاہہ زن شناس نہیں

ایک سوال

کوئی بُن پتھے سخیم بیورپ سے ہندو یونی ہاں ہیں جس کے حلقوں بکوش
کیا بھی ہے معاشرت کا گماں مرد بے کار و زن تھی آغوش!

خلوت

رسا کیا اس دور کو خلوت کی ہوں نے روشن ہے تگ، آئندہ دل ہے ملکہ
بڑھ جاتا ہے ذوقِ نظر اپنی حدود سے
آغوشی صدق جس کے نصیبوں میں نہیں ہے وہ قطرہ نیساں کبھی بتا نہیں گوہر
خلوت میں خود می خود کیر، دیکن خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر!



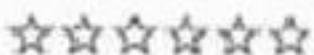
محورت

وجو زن سے ہے تصویرِ گانات میں رنگ کا سوز دروں اسی کے ساتھ سے ہے زندگی کا سوز دروں
شرف میں بڑھ کے ٹریا سے مشتبہ اس کی کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درمکنوں
مکالاتِ فلاطون نہ لکھ سکی، لیکن اسی کے ٹھیکے سے ٹوٹا شرارِ اقلاموں



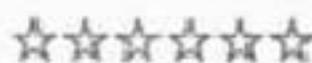
آزادی نسوں

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کرنے میں ملتا ہوں کہ یہ زہر ہے۔ وہ قند
گو خوب سمجھتا ہوں کہ کہنے کے بڑی اور بھی محترم کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی محترم
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تھہیب کے فرزوں
اس راز کو محورت کی بصیرت ہی کرے ناش
محبوب ہیں، معذور ہیں، مردانِ خرد مدد
آزادی نسوں کے زمرد کا گلو پندا کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ



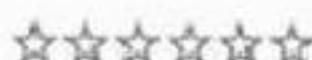
عورت کی حفاظت

کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لئو سرد
اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
نے پڑا ، نہ تعلیم ، نئی ہو کہ میراںی
نوہیت زن کا نگہداں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو شہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرو



عورت اور تعلیم

تہذیب فرگی ہے اگر مرگِ اُمورت
ہے حضرت انسان کے لیے اس کا ثمر موت
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
بیگانہ رہے دیں سے اگر نہ درستہ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و نہر موت



عورت

فیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نسود
جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منبت فیر
راز ہے اس کے تہ غم کا بیکی نکتہ شوق
آتشیں ، لذتِ تختیں سے ہے اس کا وجود
گرم اسی آگ سے ہے معز کہہ یود و نہود
گھلنے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
میں بھی مظلومی نسوں سے ہوں غم ناگ بہت



اوپیات، فتوں لطیفہ

دین و ہنر

سرود دشمن و سیاست، کتاب دین و ہنر
گھر جیں ان کی گرد میں تمام یک دانہ
شمیر بندہ خاکی سے ہے تمود ان کی
بندت ہے ستاروں سے ان کا کامشانہ
اگر خودی کی خانعنت کریں تو سراپا فتوں و افسانہ
نہ کر سکیں تو سراپا فتوں و افسانہ
خودی سے جب ادب دیں ہوئے ہیں پیگانہ
ہوتی ہے زیر قلک امتوں کی رسوائی

☆☆☆☆☆

تحقیق

جہاں تازہ کی انکار، تازہ سے ہے تمود
کہ سیک و نشت سے ہوئے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ذوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبیو سے کیے عمر بے کراں پیدا
وہی زمانے کی گروش پہ غالب آتا ہے
جوہر نفس سے کرے عمر جادوں پیدا
خودی کی صوت سے مشرق کی سر زمینوں میں
ہوا نہ کوئی خدائی کا رانہ داں پیدا
ہوائے دشت سے نوئے رفاقت آتی ہے
عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عنان پیدا

☆☆☆☆☆

بُجھوں

بجومِ درسہ بھی ساز گار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے دیرانہ

☆☆☆☆☆

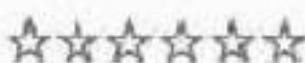
ادبیات

عشق اب بیدوی عقل خداداد کرے آبروگو چھ جاتاں میں نہ بہاد کرے
کہنا پیکر میں نہیں روح کو آباد کرئے یا کہن روح کو تلیم سے آزاد کرے



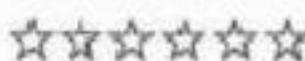
مسجد قوت الاسلام

"لا إله" مردہ دافردا دبے ذوق نسود
کہ ایازی سے دگر گوں ہے تمام محمود
کہ غلامی سے ہوا مثل زجاج اس کا وجود
جس کی تکبیر میں ہو محركہ یود و تپود
بے تبا دتاب دڑوں میری صلوٰۃ اور دڑوو
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا کتوو؟
ہے مرے سید بے نور میں اب کیا باقی
ہشم فطرت بھی نہ پچان سکے گلی مجھ کو
کیوں مسلمان نہ بخل ہو تری تکنی سے
ہے تری شان کے شایاں اُسی مومن کی نماز
اب کھال میرے نفس میں وہ حرارت، وہ گداز
ہے مری باعکرا ذرا میں نہ بلندی، نہ شکوہ



شاعر امیر

جب تک نائص خواب سے مروالی گراں خواب
اقبال کے اشکوں سے بھی خاک ہے سیراب
قدیر کو روتا ہے مسلمان نہ محرب
نظرت کا اشمارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کرا
چھوڑوں گی نہ میں ہندگی تاریک فشا کو
خادر کی امید دل کا بھی خاک ہے مرکز
ہٹ خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہمن
شرق سے ہو بیزارہ نہ مغرب سے خذر کر



اہمید

مجھے خیر نہیں یہ شاعری ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود
عطایا ہوا ہے مجھے اور یا کچھ اور جیں بہدہ حق میں نہود ہے جس کی
آسی جلال سے لبریز ہے صمیر و حود
یہ کافری تو نہیں ، کافری سے کم بھی نہیں
گر مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود
نہیں نہ ہو کہ بہت ذور ہیں ابھی باقی
نئے ستاروں سے خالی نہیں سہر کبود

☆☆☆☆☆

نگاہ شوق

یہ کائنات پھپاتی نہیں حیر اپنا
کہ فرے ذرے میں ہے وقت آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کار دبار جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریکِ بینائی
نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

☆☆☆☆☆

وجوہ

اگر بُنتر میں نہیں تمیر خودی کا جوہر
وانے صورت گری و شاعری و ناتے و سرودا

☆☆☆☆☆

اہرام مصر

اس دشیت جگر تاب کی خاموش نضا میں
قطرت نے نقطہ ریت کے ٹیلے کے تغیر
اہرام کی عظمت سے گلوں سار ہیں اقلام
کس ہاتھ نے کھیتی ابدیت کی یہ تصویر
قطرت کی غلامی سے کر آزاد بُنتر کو
صیاد ہیں مردان بُنتر مند کہ مجھیں!

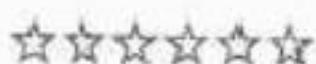
اقبال

فردوس میں روی سے یہ کہتا تھا سنائی
شرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ، وہی آش
حلق کی لیگن یہ روایت ہے کہ آخر اک مردِ قلندر نے کیا رائی خودی فاش



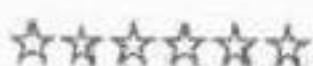
فتول لطیفہ

اے اہل نظر زوق نظر خوب ہے لیکن جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا
مقصود ہر سوز حیاتِ ایدی ہے یہ ایک نفس یا دو نفس مثُل شر کیا
جس سے دل دریا حلاظم جنمیں ہوتا اے قطرہ نیساں وہ صدف کیا، وہ گھر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مُعْتَشی کا نفس ہو جس سے چون انسردہ ہو وہ باو سحر کیا
بے منجزہ دنیا میں ابھری تھیں تو میں بخوبی تکلیمیں نہیں رکھتا وہ ہر کیا



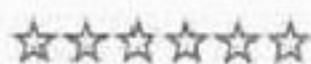
جدت

فلاؤک مٹور ہوں ترے نور بحر سے دیکھئے ٹو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیماۓ قمر سے خورشید کرے کسب خیا تیرے شر سے
دریا حلاظم ہوں تری سونج گھر سے اے شرمende ہو فطرت ترے اعیاز ہر سے
انصار کے انکارو تھیل کی گدائی کیا تھوڑے گوئیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟



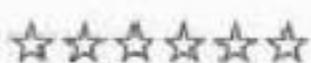
جلال و جمال

مرے لیے ہے فقط زور حیدری کافی
ترے تھیب قاطلوں کی تیزی اداک
مری نظر میں بھی ہے جمال و زیبائی
کہ سر مجده ہیں قوت کے سامنے افلاک
ت ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
را فس ہے اگر نفع ہونہ آش ناک
بھے سزا کے لیے بھی خوبیں قبول وہ آک
کہ جس کا شعلہ نہ ہو سند و سرپش و بے باک



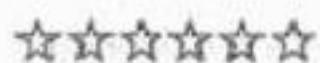
شاعر

اچھی خوبی اس قوم کے حق میں بھی نہ
تاثیر خلائی سے خودی جس کی ہوئی نرم
شیخی کی صراحی ہو کہ مٹی کا سُنہ ہو
شیخی کی مانند ہو تیزی میں چڑی نہ
اسکی کوئی دُنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معركہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و نجے
ہر لمحہ تباہ طور نہیں بر ق جگی
اللہ کرے مرطہ خوق تہ ہو ملے!



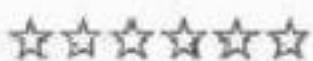
شعر عجم

اس شعر سے ہوئی نہیں شمشیر خودی تیز
ہے شعر عجم گرچہ طرب ناک و دل آدین
افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلتاں
بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغی محر خیز
وہ ضرب اگر کوہ میکن بھی ہو تو کیا ہے
جس سے متوذل نہ ہوئی دولت پر دین
اقبال یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ
اڑ ہرچہ ہائیں نمایمد بہ پریز



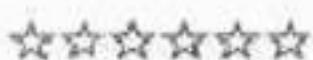
ہنروانہند

مشق و مسی کا چتازہ ہے تخلی ان کا
ان کے ائمیہ ہماریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
ذمہ دار ہے ہنر ان بزمیوں کا بیزار
پشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات پلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ، بدناں کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گرو افہاتہ تو لیں
آؤ، بیجاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار



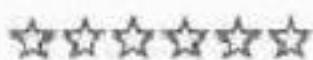
مرد بزرگ

قریبی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق
اس کی فخرت بھی عیق، اس کی محیت بھی عیق
پر درش پاتا ہے تہیید کی ہماریکی میں
ہے مگر اس کی طبیعت کا تھا تھلیق
میخ محل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفق
اجمن میں بھی میر رہی خلوت اس کو
بات میں سادہ و آزاد، معانی میں دیق
مشی خود شید سحر نگر کی تباہی میں
اس کے احوال سے محروم نہیں ہر ان طریق



موہیقی

وہ نہ سردی خون غزل سرا کی دلیل
کہ جس کوس کے ترا چہرہ تاب تاک نہیں
نوک کرتا ہے موچ نس سے زہر آلود
وہ نے فواز کہ جس کا غمیر پاک نہیں
بھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چن میں گر بیان لالہ پاک نہیں



شعر

میں شعر کے اسراء سے محروم نہیں لیکن یہ تکہ ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر گہرے پیغامِ حیاتِ ابدی ہے یا تغمہ جبریل ہے یا باعثِ سرافینیل



سیاسیات مشرق و مغرب

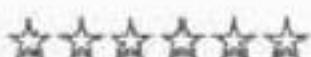
اشتراکیت

قوموں کی آدھوں سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم ہے سو دنیا کی یہ گرمی رفتار
اندریشہ ہوا شوئی انکار ہے مجبور فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بیزار
انسان کی ہوں نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر سکھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسراء
قرآن میں ہونگو طزن اے مردِ مسلمان اللہ کرے تھوڑے کو عطا جدتِ گروار
جو حرف "تَلِ الْحُقُوقُ" میں پوشیدہ ہے اب تک اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار



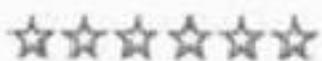
کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی نمبرہ یا زمی، یہ بحث و تحریر کی تماش نہیں ہے ڈنیا کو اب گواہا پرانے انکار کی تماش
تری کتابوں میں اے حکیمِ معاش رکھا ہی کیا ہے آخر خطوطِ ختم دار کی تماش، عربیز و کج دار کی تماش
جهانِ مغرب کے تک دنیوں میں گلیساوں میں، مدرسون میں ہوں کی خوب ریزیاں چھپائی ہے عقلِ عمار کی تماش



انقلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و ساز حیات
خودی کی موت ہے یہ اور وہ غیر کی موت
دولوں میں دلوں انقلاب ہے پیدا
قریب آگئی شاید جہان بھر کی موت



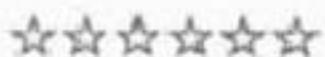
خوشاد

میں کار جہاں سے نہیں آگاہ ، ولیکن ارباب نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز
کرتا تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشاد وستور نیا ، اور نئے دور کا آغاز
معلوم نہیں ہے یہ خوشاد کہ حقیقت کہہ دے کوئی اتو کو اگر رات کا شہزاد



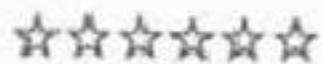
مناصب

اُوا ہے بندہ موسمن فصلی افریگ
اسی سبب سے قندر کی آنکھ ہے نم تاک
ترے بلند مناصب کی خبر ہو، یا رب
کر ان کے واسطے ٹو نے کیا خودی کو پلاک
سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعت چالاک
شریک حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے خریدتے ہیں فقط ان کا جوہر اور اگ



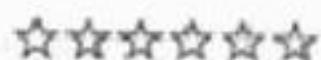
لیورپ اور یہود

یہ بیش فراواں، یہ حکومت یہ تجارت
دل سیندھ بے نور میں محروم تسلی
تاریک ہے افریق مشینوں کے دھویں سے
یہ دادی ایکن نہیں شایان تجلی^۱
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جواں مرگ
شاپد ہوں کلسا کے یہودی مخوتی!



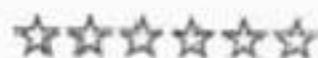
نفیات غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا، علا بھی، حکما بھی، خالی شہیں قوموں کی تخلی کا زمانہ
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں بیانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو
باتی شہ رہے شیر گی شیری کا فانہ
گرتے ہیں قلاموں گو غلامی پر رضا مند
تاویل سائل کو ہاتے ہیں بہانہ



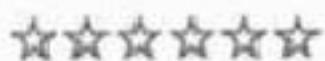
بلشو یک روں

روشن تقانے الی کی ہے عجیب و غریب خیر تمیں کہ ضمیر جہاں میں ہے کیا بات
ہوئے ہیں کسر چلپا کے داسٹے مامور دی کہ حلڑ چلپا کو جانتے تھے نجات
یہ ذجی دہربت روں پر ہوئی نازل کر توڑ ڈال کلیساں کے لات و منات



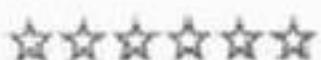
آج اور کل

وہ کل کے فلم ویش پے کچھ حق نہیں رکھتا جو آج خود افروز و چکر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لاتی ہنگامہ فردا جس قوم کی تقدیر میں امردز نہیں ہے



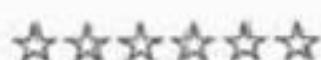
مشرق

مری نوا سے گربیان لالہ چاک ہوا نسیم صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی
نہ مصطفیٰ تھے رضا شاہ میں تصور اس کی کہ روشن شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
مری خودی بھی مزا کی ہے مستحق لیکن زمانہ داروردن کی تلاش میں ہے ابھی



سیاست افرگ

تری حریف ہے یا رب سیاست افرگ سُکر ہیں اس کے بُجھاری فقط امیر و رجس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے بنائے خاک سے اُس نے دو حصہ ہزار ابلیس

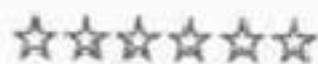


خواجگی

دور حاضر ہے حقیقت میں وہی عبید تدم اہل سجادہ ہیں یا اہل سیاست ہیں امام
اس میں بُجھری کی کرامت ہے نہ بُجھری کا ہے زور سیکڑوں صدیوں سے خونگر ہیں غلامی کے عوام
خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی ہٹکتے ہو جاتے ہیں جب خونے غلامی میں غلام

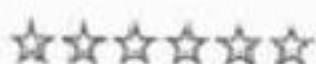
غلاموں کے لیے

حکمت مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک سختہ کہ غلاموں کے لیے ہے اکسر
دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی ہنا پر تحریر
ہو گیا ہختہ عقائد سے تھی جس کا ضمیر
حرف اُس قوم کا بے سوز، عمل ڈار و زبوں



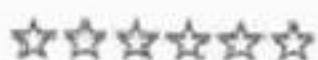
اہل مصر سے

خود ابوالبہول نے یہ سختہ سکھایا مجھے کو
دو ابوالبہول کہ ہے صاحب اسراء قدیم
دنخڑ جس سے بدال جاتی ہے تقدیرِ ام
ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نبیگی عقلِ حکیم
ہر زمانے میں وگر گوں ہے طبیعت اس کی
کبھی ضمیرِ محفلت ہے، کبھی چوب پ کشم!



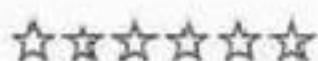
ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر برہمنوں کو سیاست کے چیز میں
ذماریوں کو قیر بھجن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ذرتا نہیں ذرا
گلگرِ عرب کو دے کے فرنگی تخلیقات
افغانیوں کی غیرت دین کا ہے یہ علاج
ابلیس حرم سے اُن کے کوہ دہمن سے نکال دو
آہو کو مرغزار ٹھن سے نکال دو
ابوال کے نفس سے ہے لالے کی آگ خیز



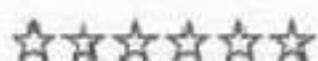
جمعیت اقوام مشرق

پانی بھی سحر ہے ہوا بھی ہے سحر
کیا ہوگا جو لگا، فلک، پندرہ بدل جائے
دیکھا ہے طوکیت افریق نے جو خواب
ملکن ہے کہ اس خواب کی تبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید گرہ ارض کی تقدیر بدل جائے



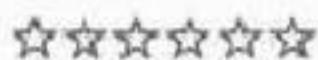
جہوڑیت

اس راز کو اک مرد فریگ نے کیا قاش
ہر چد کہ داتا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تو لا نہیں کرتے



یورپ اور سوریا

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا
بھی غفت و غنم خواری و کم آزاری
صل فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے
سے د تمار و ہجوم زبان پازاری



مسویت

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے سولٹی کا جرم
بے محل گمراہ ہے محسومان یورپ کا مزان
میں پھلتا ہوں تو پھلتی کو برالگا ہے کیوں
ہیں سمجھی تہذیب کے اوڑا تو پھلتی میں چھاج

تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے لئے جائج؟
میرے سودائے ملوکت کو ملکراتے ہوتے
یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکت کے ہیں
راچدھانی ہے، مگر باتی نہ راجا ہے نہ راج
آل سیزد چوبی نے کی آبیاری میں رہے
اور تم دُنیا کے بخوبی نہ چھوڑ دے خراج
تم نے لوٹے بے نواحرا نشینوں کے خیام
تم نے لوٹے تخت و تاج
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج
پرو اُ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی

☆☆☆☆☆

انستاداب

نہیں توانہ حاضر کو اس میں دُشواری
کہاں فردہ تہذیب کی ضرورت ہے
جہاں تمار نہیں، زن نک لباس نہیں
جہاں حرام ملتے ہیں شغل سے خواری
پدن میں گرچہ ہے اُک روح ناٹکیب و عیق
طریقہ اُب وجد سے نہیں ہے بیزاری
نہیں ہے فیض مکاتب کا جسم جاری
حکوم و تریک د پردم ہے بچھے بدھی
نظر و زان فرنگی کا ہے بیکی فتویٰ

☆☆☆☆☆

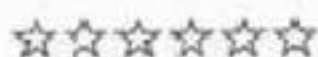
لا دیں سیاست

خدا نے مجھ کو دیا ہے دل خبر، یصبر
جوہات حق ہوہ وہ مجھ سے چھپی تھیں رہتی
مری ٹگاہ میں ہے یہ سیاست لا دیں
کنیز اہرم و ڈول نہاد و فردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک ٹکیا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زخم
متاع فیر پہ ہوئی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہر دل لٹکر ٹکیا کے سینے

☆☆☆☆☆

دام تہذیب

اقبال کو تک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملت مظلوم کا یورپ ہے خریدار
یہ پھر کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
بجلی کے چرانگوں سے منور کیے انکار
جاتا ہے گمراہام و فلسطین پر مرادل
نیزیر سے ٹھکھلا نہیں یہ عقدہ دشوار
خراکان جنا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
بخارے ایں تہذیب کے پھندے میں گرفتار



لصیحت

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کو خودی کو
ہو جائے طائم تو جدھر چاہے، اسے پھر
ٹائیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سو نے کا ہالہ ہو تو مٹی کا ہے اک زیبرا!



ایک بھرپور قزاق اور سکندر

سکندر

صلہ تیرا تری زنبھر یا شمشیر ہے میری
گہری رہنی سے بچ ہے دریا کی پہنائی



قزاق

سکندر! حیف تو اس کو جوالی مردی سمجھتا ہے
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی
ترا پیشہ ہے سقا کی، مرا پیشہ ہے سقا کی

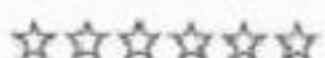
شام و فلسطین

وہاں فرمیں کا میخانہ سلامت
ہے خاک فلسطین پر یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
متعدد ہے ملکیت انگلیس کا کچھ اور قصہ نہیں نادیج کا یا شہد و رُطب کا



سیاسی پیشوایا

آمید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاک باز ہیں، رکھتے ہیں خاک سے پوند
بہیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
چہارہ جہاں میں ہے صفتِ عجیبت ان کی کندہ
خوشاد و تاقلمہ، جس کی امیر کی ہے متاع
تختیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!



غلاموں کی تماز

(ترکی و فندہ لال احمد لاهوری میں)

کہا مجاهدِ ترکی نے مجھ سے بعد تماز طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تھمارے امام
وہ سادہ مردِ مجاهد، وہ مومن آزاد خبرِ بدھی اُسے کیا جائز ہے تمازِ غلام
ہزار کام ہیں مردانِ خر کو دُتیا میں انھی کے ذوقِ عمل سے ہیں اُمتوں کے نظام
بدنِ غلام کاموںِ عمل سے ہے محروم کہ ہے مُرورِ غلاموں کے روز و شب پر حرام
طویل سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے وراء سجدہ غریبوں کو اور کیا ہے کام
خدا نصیب کرے وہ کے اماں کو وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام



فلسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے قارئ
میں جانتا ہوں وہ آش ترے دیوو میں ہے
ترمی دوانہ جنپرا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رُک جاں چنچہ نہود میں ہے
سنا ہے میں نے، قلائی سے اُتوں کی نجات
خودی کی پورش د لذتِ نہود میں ہے!



مشرق و مغرب

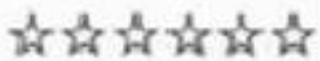
یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تکید
دہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بڑی ہے، نہ مغرب اس سے بڑی
جهان میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری



محرابِ گل افغان کے افکار

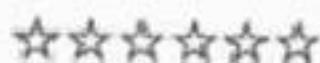
(1)

تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجدگی خاک
میرے کہتاں تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں
لاالہ د گل سے تھی، تمنہ پلکل سے پاک
روزاں سے ہے تو منزل شاہین و چراغ
خاک تری عجربیں، آب ترا تاب ناک
تیرے خم و چم میں میری بیشت بریں
باز نہ ہو گا کبھی بندہ کبک و حمام
خطبِ بدن کے لیے نوح کو کردوں بلاک
اے مرے فقر غیر نیعلہ تیرا ہے کیا
طلعت اگریز یا بیر ہن پاک چاک



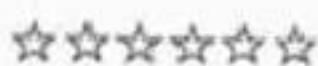
(2)

حقیقت ازلی ہے رقابت اقوام
نگاہ خیز قلک میں نہ صحن عزیز، نہ ٹو
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکھا
اُتر گیا جو ترے دل میں گا شریک نہ



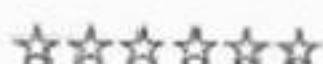
(3)

تُری دُعا سے تھا تو بدل تھیں سختی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تُری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عبد نہیں ہے کہ یہ چار ٹو بدل جائے
وہی شراب، وہی با وہ اُور ہے باقی
طربت ساتی و رسم کڈو بدل جائے
تُری دُعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دُعا ہے تُری آرزو وبدل جائے



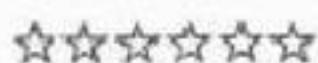
(4)

کیا چھٹ کجھ رو، کیا مہر، کیا ماہ
سب راہرو ہیں وا ماندہ راہ
گز کا سکندر بچلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگ ناگاہ
ناور نے لوٹی دلی کی دولت
اک ضرب ششیر، افساد کو تاہ
افغان باقی، کھسار باقی
الحمد لله، الْمَلَكُ اللَّهُ
حاجت سے مجبور مردان آزاد
مکتی ہے حاجت شیروں کو روپاہ
محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ
قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ذہونڈی سلطان کی درگاہ



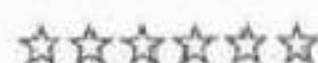
(5)

وہ علم نہیں، نہ ہر ہے اخراج کے حق میں
ناداں! ادب و فلسفہ پنجھے چیز نہیں ہے
فطرت کے نوامیں پہ غالب ہے ہنر مند
وہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دوستیں ہو
اسباب ہنر کے لیے لازم ہے تگ و تزو
شام اس کی ہے ماتحت سحر صاحب پر تو
پنجھے بدن میر سے ششم کی طرح خو



(6)

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
تقلید سے ناکارہ شد کر اپنی خودی کو
آس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
لیکن مجھے ذر ہے کہ یہ آوازِ تجدید
ہر دور میں کرتا ہے طوافِ اس کا زمانہ
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
ہے جس کے تصور میں نقطہ نظرِ شبانہ
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ



(7)

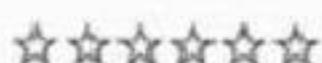
روئی یدلے، شامی بدلے، بدلا ہندوستان	تو بھی اے فرزندِ گھبھاں، اپنی خودی پہچان
اوغافلِ افغان	اوغافلِ افغان
موسمِ اچھا، پانی د اقر، مٹی بھی زرخیز	جس نے اپنا کھیت نہ سنخا، وہ کیسا دہقان
اوغافلِ افغان	اوغافلِ افغان
اوپنجی جس کی لہر نہیں ہے، وہ کیسا دریا	جس کی ہوا میں تکوئیں ہیں، وہ کیسا طوقان
اوغافلِ افغان	اوغافلِ افغان
ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ	اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربیان
اوغافلِ افغان	اوغافلِ افغان

تیری پے علی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم قابلِ بیج رہے ہیں اپنا دین ایمان
اوغافل افغان
اپنی خودی پیچوان



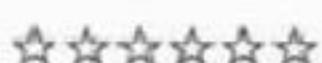
(8)

دھی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شیاب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
اگر ہو صلح تو رعناء غزال تاتاری
اگر ہو جنگ تو شیراں غاب سے بڑھ کر
مجھ پنس ہے اگر اس کا موز ہے ہمہ موز
کہ نیتاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری
خدا نے اس کو دیا ہے لکھوں سلطانی
کہ اس کے فخر میں ہے حیدری و کز اری
نگاہ کم سے نہ دیکھو اس کی بے کلاہی کو
یہ بے ٹھاکہ ہے سرمایہ نکھلے داری



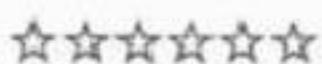
(9)

جس کے پرتو سے منور ہی تیری شبِ دوش
پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چہ اس غر خاموش
مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گھر
بندھ تھر کے لیے نشرِ تقدیر ہے تو ش
نہیں ہنگامہ پیکار کے لائق وہ جواں
جو ہوا تالہ مرغان سحر سے مدھوش
مجھ کو ذر ہے کہ ہے ٹھلائہ طبیعت تیری
اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش



(10)

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے ڈگر گوں
معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
ہر سینے میں اک بیج قیامت ہے نمودار
الکار جواتوں کے ہونے زی و زبر کیا
کر سکتی ہے بے معركہ جینے کی تلافی
اے پر حرم تیری مناجات سحر کیا
ممکن نہیں ٹھیک خودی خاتمہوں سے ٹوٹے گا شر کیا!



(11)

بے نجاتِ رندماز ہر عشق ہے زد پاہی
پاڑو ہے قومی جس کا، وہ عشق یہ اللہی
اوے وائے تن آسانی تاپیہ ہے وہ راہی
جو سخنی منزل کو سامانِ سفر سمجھے
وہشت نہ سمجھو اس کو اے مرد کب میدانی
کھسار کی خلوت ہے تعلیمِ خود آگاہی
دنیا ہے روایاتی عشقی ہے مٹا جاتی
درباتر دو عالم را، این است شہنشاہی

☆☆☆☆☆

(12)

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے، خدائی
جو فخر ہوا تکنی دوراں کا فکرِ مدد
اس فخر میں باقی ہے ابھی نئے گدائی
اس دور میں بھی مردِ خدا کو ہے میر
جو سمجھڑہ پربت کو ہنا کلًا ہے رائی

☆☆☆☆☆

(13)

آگ اس کی مُحکومگ دلتی ہے برنا دوپیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہوا اگر صاحبِ یقین
وہ مردِ جس کا فخرِ خوف کو کرے گئیں
ہوتا ہے کوہِ دوشت میں پیدا کبھی کبھی
تو اپنی سرٹوشت اب اپنے گلم سے لکھے
یہ نیکوں فقا جسے کہتے ہیں آسمان
بالتے سر رہا تو ہے نامِ اس کا آسمان، زمیں
زیر پر آگیا تو بھی آسمان، زمیں

☆☆☆☆☆

(14)

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے کہ امتیاز قبائل تمام تر خواری
عزیز ہے انھیں نام وزیری و محسود ابھی یہ خلعت افغانیت سے ہیں عاری
ہزار بارہ ہے کہہاں کی مسلمانی کہ ہر قبیلہ ہے اپنے ہوں کا ذمہ داری
دہی جرم ہے، وہی انتہا بولات دنات مدد انصیب کرے تجھ کو ضریب کاری

☆☆☆☆☆☆

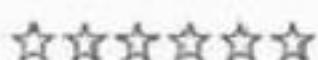
(15)

نگاہ دہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے نگاہ دہ ہے کہ محتاجِ حیر و ماہ نہیں
فرج سے بہت آگے ہے منزلِ مومن قدم اٹھا یہ مقامِ انتہائے راہ نہیں
ٹھکلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میلانے علومِ تاؤہ کی سرستیاں مگناہ نہیں
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری ترے بدن میں اگر سوز لا الہ نہیں
نہیں گے میری صدا خانزاد گان کبیر؟ گھنیم پوش ہوں میں صاحبِ کلاہ نہیں

☆☆☆☆☆☆

(16)

نظرت کے مقاصد کی کرتا ہے نجہانی یا مرد کھٹائی
 دنیا میں محاسب ہے تہذیب فسون گر کا
 یہ خُسن و لطافت کیوں، وہ قوت و شوکت کیوں
 اے شیخ بہت اچھی کتب کی نضا یعنی
 صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا



ارمنغانِ حجاز

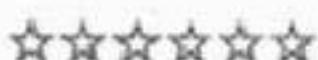
اپلیس کی مجلس شوریٰ

، 1936

اپلیس

ساکنان عرشِ اعظم کی تمناؤں کا خون
جس نے اس کا نام رکھا تھا جہاں کافِ دنوں
میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کافوں
میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنون
جس کے ہنگاموں میں ہوا اپلیس کا سوزِ دروں
کون کر سکتا ہے اس نخلِ کہن کو سر گموں

یہ عناصر کا پرانا کھیل ، یہ دنیا نے دوں
اس کی بیداری پر آج آمادہ ہے وہ کار ساز
میں نے وکھلا یا فرگنگی کو ملوکیت کا خواب
میں نے ناداروں کو سکھلا یا سابقِ تقدیر کا
کون کر سکتا ہے اس کی آتشِ سوزال کو سرد
جس کی شانیں ہوں ہماری آبیاری سے پند



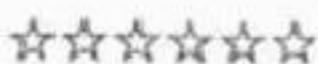
پہلا مشیر

خُنکہ تراس سے ہوئے خونے نلگی میں عوام
ان کی نظرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام
ہو کہیں پیدا تو سرجاتی ہے یا رہتی ہے خام
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام
دور نہ 'قوالی' سے کچھ گم تر نہیں ۔ حلم کلام
کند ہو کر رہ گئی مومن کی جنپی ہے نیام
ہے جہاد اس دور میں مرد مسلمان پر حرام

اس میں کیا تھک ہے کہ جنم ہے یہ ایسی نظام
ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں بجود
آرزو اول تو پیدا ہوئیں سختی کہیں
یہ ہماری سی ہبہم کی کرامت پر کہ آج
طبعِ مشرق کے لیے موزوں بھی لفون تھی
ہے طوافِ وجہ کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کس کی نو میدی پر جنت ہے یہ فرمانا جدید؟

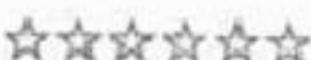
دُوسرہ مشیر

خیر ہے سلطانی جمہور کا خونا کہ شر توجہاں کے تازہ فتوں سے نہیں ہے باخبر



پہلا مشیر

جو طوکیت کا اگ پردا ہو، کیا اُس سے خطر ہوں، مگر میری جہاں بینی ہتھی ہے مجھے
ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لیاس جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود گیر
کاروبار شہر یادی کی حقیقت اور ہے یہ وجود میرہ سلطان پر نہیں ہے محصر
جلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو جس کی نظر ہے وہ سلطان، غیر کی سمجھتی پہ ہو جس کی نظر
چہرہ روشن، اندر دل چلکیز سے تاریک تر تو نے کیا دیکھائیں مغرب کا جمہوری نظام

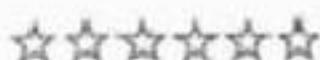


تیسرا مشیر

روج سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب ہے مگر کیا اُس یہودی کی شرارت کا جواب؟
وہ کھیم بے بھل، وہ سعی بے صلب نیت پیغمبر ولیکن در بغل دار د کتاب
کیا ہتاوں کیا ہے کافر کی ننگا پرداہ سود شرق و مغرب کی قوموں کے لیے روز حساب
تو زوری بندوں نے آقاوں کے خیموں کی طناب اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا طبیعت کا فساد

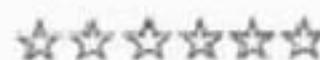
چوتھا مشیر

توڑاں کا ردہ تھے لکڑے کے الجاؤں میں دیکھے
آل سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب
کون مکر روم کی موجودوں سے ہے لپٹا ہوا
گاہ بالدر بخوب صنور، گاہ تالد بخوب ریاب



تیسرا مشیر

میں تو اُس کی حاقیقت بینی کا کچھ قائل نہیں جس نے افرگی سیاست کو کیا یہاں بے حباب



پانچواں مشیر

(ایلیس کو مناسب کر کے)

اے ترے سوئے نفس سے کار عالم استوار	ٹو نے جب چایا، کیا تھر پڑھی کو آٹکار
آب و گل تیری حرارت سے جہاں صوزِ دساز	اہلہ جنت تیری تعلیم سے داتائے کار
تجھ سے بڑھ کر قدرت آدم کا دہ محروم نہیں	سادہ دل بندوں میں جو شہور ہے پر دردگار
کام تھا جن کا فقط تقدیمِ دشیع و طواف	تیری غیرت سے ابد تک سرگوں و شرمدار
گرچہ ہیں تیرے مزید افرگ کے ساحر تمام	اب مجھے ان کی فرامست پر نہیں ہے اختیار
وہ یہودی قتنہ گر، وہ زدیج مزدگ کا نُروز	ہر قبا ہونے کو ہے اس کے بخوبی سے تاریار
زاغ و شتی ہو رہا ہے ہمسر شاہین و چرن	کتنی سُرعت سے بدلتا ہے مزاں روزگار
چھا گئی آنکھتہ ہو کر وسعتِ اقلاءک پر	جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے اک مشت غبار
قند فرد اگر بیت کا یہ عالم ہے کہ آج	کا پختہ ہیں کو ہمارہ و مرغزار و جو بہار
میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے	جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر بہار

ایپلیس

1

کیا زمیں ، کیا صہرو مہ ، کیا آسمان ٹو ٹو
میں نے جب گرم دیا اقوام بورپ کا لمبو
سب کو دیوانہ ہنا سکتی ہے میری ایک ہو
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے چام و سبو
مزد کی منطق کی سوڑن سے نہیں ہوتے رنو
یہ پریشان روڑ چکا ، آشخنا مخز ، آشخنا مُو
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم و شو
مزد کیت فتنہ قردا نہیں ، اسلام ہے

ہے مرے وصیت تصرف میں جہانی رنگ و بو
وکیوں لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غرب و شرق
کیا امامان سیاست ، کیا کلیسا کے شیوخ
کا رگاہ شیش جو ناداں سمجھتا ہے اے
وست نظرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی ٹوچہ گرد
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
جانا ہے ، جس پر روش باطنی یا م ہے

☆☆☆☆☆

2

ہے دی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
بے یہ بیضا ہے عیران حرم کی آتیں
ہو نہ جائے آذکارا اشرع وغیر کہیں
حافظِ ہموسِ زن ، مرد آزماء ، مرد آفریں
تے کولی فففور و تھاقاں ، تے فقیر رہ نشیں
مُضھوں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں

جاننا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں
جاننا ہوں میں کہ مشرق کی اندر ہیری رات میں
غصر حاضر کے تقاضا دل سے ہے لیکن یہ خوف
الخدر ! آئین پیغمبر سے سو بار الخدر
موت کا پیغام ہر قوی غلامی کے لیے
گرتا ہے دولت کو ہر آسودگی سے پاک صاف
اس سے بچھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

جسم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آنکھیں تو خوب
یہ نیمت ہے کہ خود مومن ہے مخدوم یقین
ہے مگری بہتر انتیات میں الیخار ہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الیخار ہے



3

یہ انتیات کے ترے ہوئے لات و منات؟
تا بساط زندگی میں اس کے سب سبھرے ہوں مات
چھوڑ کر اور دل کی خاطر یہ جہان بے بیات
جو پھر دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات
مختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

کیا مسلمان کے لیے کافی قبیل اس دور میں
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
خراہی میں ہے، قیامت تک رہے مومن غلام
ہے وہی شعرو تصوف اس کے حق میں خوب تر
ہر شخص ذرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
مست رکھو ذکر و فکرِ صبحی میں اسے



پڑھے پلوچ کی نصیحت میٹے کو

اس دشت سے بہتر ہے نہ ہتی نہ بنارا
دادی یہ ہماری ہے، وہ صمرا بھی ہمارا
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا
کہتے ہیں کہ ششی کو بنا سکتے ہیں خارا
ہر فرد ہے ملت کے متعدد کا ستارا
کرتا جیسیں جو صحبتِ سائل سے کنارا
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارا
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو انجام دارا

ہو تیرے بے بیا باں کی ہوا تجھ کو گوارا
جس مست میں چاہے صفتِ سلیل روای چل
غیرت ہے بڑی چیز جہاں تک وہو میں
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ بُنْزِ کر
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
مخدوم رہا دولتِ دریا سے وہ غواص
دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
دنیا کو ہے پھر معرکہ رُوح و بدن پیش

اللہ کو پاہر دی مومن چہ بھر د سا
بیٹھ کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیرِ اُم کیا ہے، کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا
اخلاصِ عمل مانگ نیا گان کہن سے
”شاہاں چہ عجب گربو ازند گدا را“

☆☆☆☆☆

تصویر و مصور

تصویر

کہا تصویر نے تصویر گر سے نمائش ہے مری تیرے بھر سے
ولیکن کس قدر نا منصفی ہے کہ ٹو پوشیدہ ہو میری نظر سے

☆☆☆☆☆

مصور

تو ہے میرے کمالات بھر سے نہ ہو تو امید اپنے نقش گر سے
میرے دیدار کی ہے اک بھی شرط کہ ٹو پہاں نہ ہو اپنی نظر سے

☆☆☆☆☆

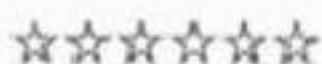
معزول شہنشاہ

ہو مبارک اُس شہنشاہ کو فرجام کو جس کی قبربانی سے اسراسر طوکیت ہیں فاش
شہنشاہ ہے پر طاتوی مثدر ہیں اک مٹی کا ہٹ جس کو کر سکتے ہیں، جب چاہیں ہجماری پاٹ پاٹ
ہے یہ مشک آیز انہوں ہم خلاموں کے لیے ساحرا نگیں! ما را خواجہ دیگر تراش

☆☆☆☆☆

مسعود مرحوم

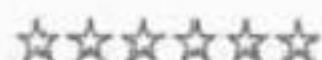
خودی ہے زندہ تو ہے سوت اُک مقام حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات
خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے گرانہ ترا
ترے فراق میں منظر ہے مونچِ شل دفترات
خودی ہے مُردہ تو مانند کاہ پیشِ خیم
خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات
نگاہِ ایک جگل سے ہے اگر محروم
دو صد ہزار جگلِ ٹلائی ماقات
مقامِ یمنہ مومن کا ہے درائے سحر
زمیں سے تا بہ قریا تمام لات و منات
حریمِ ذات ہے اس کا لشکنِ بدی
نہ تمہرہ خاکِ لحد ہے، نہ جلوہ گاؤ صفات



رُباعیات

(1)

فرا غت دے اُسے کامِ جہاں سے کہ جھوٹے ہر نقش کے امتحان سے
ہو اپنی سے شیطانِ گہنہ انہیں گناہِ نازہ تر لائے کہاں سے



(2)

دگر گنوں عالمِ شام د سحر کر جہاں خلک د تر زیر و زبر کر
رہے تیری خدائی داش سے پاک مرے بے ذوق بھدوں سے ہڈر کر



(3)

خود کی تلگِ دلماںی سے فریاد جگی کی فرداںی سے فریاد
گوارا ہے اسے نظارہ غیر مجھ کی نامسلمانی سے فریاد

☆☆☆☆☆☆

(4)

کہا اقبال نے شیخِ حرم سے تحرابِ مسجد سوچیا کون
نما مسجد کی دیواروں سے آئی فرگی ہت کدے میں کھو گیا کون؟

☆☆☆☆☆☆

(5)

گھن ہنگامہ ہائے آرزو سرد کہ ہے مردِ مسلم کا لہو سرد
بُھوں کو میری لا دینی مبارک کہ ہے آج آتشِ اللہ خوں سرد

☆☆☆☆☆☆

(6)

حدیثِ بندہِ مومنِ ول آؤیز چگر پُر خون، نفسِ روشن، مجھ تجز
میر ہو کے دیدارِ اُس کا کہ ہے وہ رونقِ محفلِ کم آمیز

☆☆☆☆☆☆

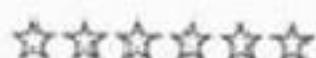
(7)

تجزِ خاروگل سے آٹکارا نیمِ شخص کی روشن ضمیری
حائلاتِ پھول کی ممکن نہیں ہے اگر کائنے میں ہو خونے حریری

☆☆☆☆☆☆

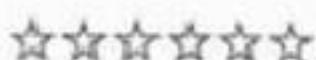
(8)

خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے ترے دریا میں طوپاں کیوں نہیں ہے
بُش ہے شکوہ تغیر بزداں کیوں نہیں ہے؟ تو خود تغیر بزداں کیوں نہیں ہے؟



(9)

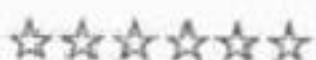
خود دیکھے اگر دل کی نگہ سے جہاں روشن ہے تو رُلا اللہ سے
ناظِ اک گردش شام و سحر ہے اگر دیکھیں فردغ، مہر و مہ سے



مُلَا زادہ ضغیم لولا پی کشمیری کا بیاض

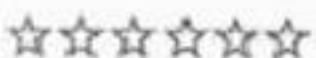
(1)

ملَا کی نظر و رقراست سے ہے حال بے سوز ہے میقاتِ حُوفی کی سے ناب



اے وادی! لواب!

بیدار ہوں دل جس کی قخانِ سحری سے اس قوم میں مدت سے دہ دہ لیش ہے نایاب



اے وادی! لواب!

پانی تیرے چشمیں کا مڑپا ہوا سیماں مرغان سحر تیری فھاؤں میں ہیں جتاب

اے وادی! لواب!

گر صاحب ہنگامہ نہ ہونبر دھراب دیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

اے وادی لولاب!

ہیں ساز پے موقوف نوا ہائے جگر موز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکار ہے صحراب
اے وادی لولاب!

2

کل جسے اہل نظر کتے تھے ایران دصیر	آج وہ سکھیر ہے حکوم و مجہود و فقیر
مرد حق ہوتا ہے جب مرغوب شلطان و امیر	سینہ افلاک سے اٹھتی ہے آوسوزناک
کوہ کے دامن میں وہ غم خاتہ، دہقان اور	کہہ رہا ہے داستان بیدر دی ایام کی
ہے کہاں روزہ کافات اے خداۓ در گیر؟	~ آہ پہ قومِ تجیب و چب دست و ترماغ

☆☆☆☆☆

3

تم تھراتا ہے جہاں چاروں دریگ و بو	گرم ہو جاتا ہے جب حکوم قوموں کا لہو
حکومت کا ہتھ گئین دل و آئینہ رو	ذریت آیم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاٹ

☆☆☆☆☆

4

کہ فقر خانقاہی ہے نقطہ اندوہ و دلگیری	نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
یہی ہے مرنے والی اُستوں کا عالم پیری	ترے دین و ادب سے آرائی ہے بوئے زہبائی

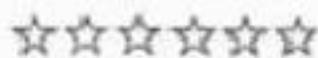
☆☆☆☆☆

5

غولا چب چمن میں کتب خانہ مغل	شہ کام آیا ملا کو علم کتابی
متاتت سنکن تھی ہوا ہے بھاراں	غزل خواں ہوا تیر کب اندر رابی

کہ اسرابِ جاں کی ہوں میں بے جوانی
نہاں اسکی تعمیر میں ہے خرابی
نہیں زندگی سستی و نیم خوابی

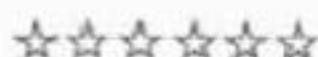
کہا لالہ آتشیں پیراں نے
سکھتا ہے جو موت فواب لحد کو
شیئں زندگی سلسلہ روز و شب کا



6

محکوم کی رُگِ قرم ہے ماتندرُگِ تارک
آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب تارک
محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نم تارک
ہر چند کہ متنطق کی دلیلوں میں ہے چالاک
وہ بندہ افلاک ہے، یہ خواجہ افلاک

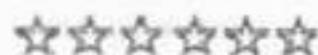
آزاد کی رُگِ سخت ہے ماتندرُگِ سگ
محکوم کا دل مُردہ و افسردا و قومید
آزاد کی دولت ولی روشن، نظر گرم
محکوم ہے بیگانہ اخلاص و مردت
مکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہدوش



7

کہ شمع و شام پلتی ہیں ان کی تقدیریں
معاف کرتی ہے نظرت بھی ان کی تقدیریں
یہ آشیں ہیں جہاں میں یہ ہنسہ شمشیریں
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تنسیریں
قبول حق ہیں فقط مرد بختر کی بھبھیریں
درائے عقل ہیں الی بخوبی کی تقدیریں

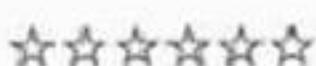
نشان بھی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
گمال صدق و مروت ہے زندگی ان کی
قلندر انہ اداؤں، سکندر انہ جلال
خودی سے مرد خود آگاؤ کا جہاں و جلال
شکوہ عید کا منکر نہیں ہوں میں، لیکن
حکیم میری فوادوں کا راز کیا جانے



ضمیر مغرب ہے تا براہ، ضمیر مشرق ہے را براہ، دہاں دگر گوں ہے لخت لخت، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
 کنار دریا خضر نے مجھ سے کہا پے الماز محترمہ سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے میں سائز
 حرف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدا یا نہ، خانقاہی اٹھیں یا اڑھے کے سرے نہیں سے شق نہ، وسیل آستنہ
 غلام قوموں کے علم و عروق اس کی ہے تکی میں رمز آفکارا
 خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فرمی کہ خود فرمی
 عمل سے قارغ ہوا مسلمان ہنا کے تقدیر کا بہانہ
 مری اسیری پے شاخ غل نے یہ کہہ کے صیاد گورا لایا کارا گرانہ تھا مجھ پے آشیانہ

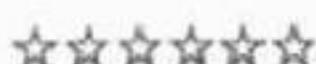
سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدر آپا دوکن کے نام

تھا یہ اللہ کا فرمان کہ ٹھوہ پر دین
 دو قلندر کو گہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات
 مجھ سے فرمایا کہ لے، اور شہنشاہی کر
 میں تو اس بار امانت کو اٹھا تا سر دوش
 غیرت تھر گر کر نہ سکی اس کو قبول



حسین احمد

اُنم ہنوز نداند رمونز دیں، ورش
 نزدیع بند حسین احمد! ایں چہ بو اجھی است
 سرود بر سر نیز کہ ملت اف دن است
 چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ عربی است
 بمصطفیٰ ﷺ بر سال خویش را کہ دیں ہم اوت
 اگر بہ او نرسیدی، تمام نو لمبی است



حضرت انس

کوئی شے بخپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے تو راتی
جہاں میں دانش و بنیش کی پے کس درجہ ارزانی
تمایاں یہ فرشتوں کے تبسم ہائے پہنچانی
کوئی دیکھے تو ہے باریک قطرت کا حباب اتنا
کہ ہر مستور کو بخشنا گیا ہے ذوق غریبانی
یہ دنیا دعوت دیدار ہے فرنجد آدم کو
یہی فرزند آدم ہے کہ جس کے افکر ہٹیں سے
فرض انجم سے ہے کس کے شہستان کی عکھبائی
فلک کو گیا خبر یہ خاکداں کس کا نشمین ہے
اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے؟

